جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام مقام کردار اور
کہانی سے تعلق رکھنے والے اداروں
کے نام فرضی ہیں

مکمل سیٹ

۱- پتھر کا آدمی
۲- دوسرا پتھر
۳- خطرناک انگلیاں

پبلشرز . . . . سلطان محمد
پرنٹرز . . . . تاج دین پریس

زیر اہتمام . . . . کتابی دنیا لاہور

پیش رس

خطرناک انگلیاں ملاحظہ فرمائیے اور پھر ایک فروگذاشت کی تصحیح کیجئے۔ جو کاتب سے ہوئی تھی اور پروف ریڈر بھی اس کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ "پتھر کا آدمی" عمران سیریز کا ناول نمبر ۱۱۲ تھا۔ اسی طرح دوسرا پتھر، ناول نمبر ۱۱۳ ہوا۔ اب یہ ناول نمبر ۱۱۴ پیش خدمت ہے۔

ابھی میری علالت کا سلسلہ جاری ہی ہے۔ امراض جگر سے جلد چھٹکارا نہیں ہوتا۔ بس دعا کرتے رہئے۔ کہ پوری طرح آپ کی خدمت کے قابل ہو جاؤں۔

پچھلی بار ایک صاحب کے خط کے جواب میں کچھ جمہوریت، ڈکٹیٹر شپ اور اسلام کی بات چلی تھی۔ اس پر ایک بھائی بہت برافروختہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے ادھوری باتیں کی ہیں۔ بھائی صاحب سوال کی مناسبت سے وہ ایک جواب تھا۔ کوئی مقالہ سپرد قلم کرنے نہیں بیٹھا تھا۔

اچھا اب پوری بات سن لیجئے اور پھر مجھ پر یہ الزام لگائیے گا کہ میں حکومت سے کوئی انعام لینا چاہتا ہوں یا ایک سرمایہ دار گھرانے کے نام سے منسوب انعام کا متمنی ہوں۔ اگر میں اس سوال کے جواب میں کوئی مقالہ لکھ رہا ہوتا تو اگلی سطریں مندرجہ ذیل ہوتیں:

"شہنشاہیت نے اسلامی سماجی ارتقاء کی راہ روک لی تھی

ورنہ دنیا کو بھانت بھانت کے ازموں (ISMS) کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔"

اور بھائی اسلام کو تماشا بنا لیا ہے یار لوگوں نے جسے دیکھو ایک نئی تفسیر لئے دوڑا آ رہا ہے۔ لیکن اب وہ وقت دور نہیں۔ جب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ انشاء اللہ۔ عالم اسلام بیدار ہو رہا ہے۔

اور ہاں اس خیال کو دل سے نکال دیجئے کہ میں اپنے ہی جیسے کسی انسان سے انعام کا خواہاں ہوں۔ اس کا تصور بھی مجھے احساس کمتری کے گڑھے میں دھکیل دے گا۔ میرے لئے میرے اللہ کا یہی انعام کافی ہے کہ کتب فروش میری کتابوں کو "کرنسی نوٹ" کہتے ہیں۔

اُمید ہے کہ آپ کی تشفی ہو گئی ہو گی۔ بھائی صاحب اگر میرے سر میں لیڈری کا سودا سماتا تو کبھی کا لیڈر بن کر اب تک دریا بُرد ہو چکا ہوتا۔ کیا سمجھے! میری طرف سے بدگمان نہ ہوا کیجئے۔ میں ہمیشہ غریب مسلم عوام کے ساتھ رہا ہوں اور انشاء اللہ مرتے دم تک رہوں گا۔ کیونکہ میں بھی غریب ہی ہوں۔ غربت ہی میں ہوش سنبھالا تھا۔ اور اللہ سے دعا ہے کہ غریبوں کے ساتھ ہی مجھے اُٹھائے۔ آپ کی باتوں نے مجھے بہت زیادہ دُکھی کر دیا ہے بہر حال خدا آپ کو خوش رکھے۔

والسلام

ابن صفی

۹/۱۲/۷۹

آئی ایس آئی والوں نے ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔ کیونکہ کرنل مُکرّم پروفیسر شکور والے ہوٹل کے کمرے میں بیہوش پڑا ملا تھا اور پروفیسر شکور کا کہیں پتا نہیں تھا۔ پولیس پہلے ہی سے پروفیسر شکور سے متعلق پوچھ گچھ کرتی پھر رہی تھی۔ کہ کسی طرح اُس کی رسائی دینار ہوٹل تک ہو گئی۔

بلیک زیرو کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے بحیثیت ایکسٹو ان لوگوں سے رپورٹ طلب کر لی جو دینار ہوٹل کی نگرانی کر رہے تھے۔ یہ ظفر الملک اور جیمسن تھے۔

"یس سر" ظفر الملک بولا۔ "پولیس کو کئی دنوں سے پروفیسر کی تلاش تھی۔ وہ دینار ہوٹل تک جا پہنچی۔ پروفیسر کئی دنوں سے غائب تھا۔ کنجی کاؤنٹر کلرک کے پاس تھی۔ پولیس نے کنجی حاصل کر کے کمرہ کھلوایا۔ وہاں سے کوئی کرنل مکرّم اس حال میں برآمد ہوا کہ اُس کا جسم رسّیوں سے جکڑا ہوا تھا۔ بحالت بیہوشی ملا تھا۔ ڈاکٹر کی رپورٹ کے مطابق اُسے افیون کے انجکشن کے تحت رکھا گیا تھا۔ اُسے بالآخر آئی۔ ایس آئی والے لے گئے۔ پروفیسر کے کمرے سے اُس کے کاغذات بھی برآمد ہوئے ہیں جو پولیس کے بیان کے مطابق جعلی ہیں۔"

"کرنل مکرّم کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر کے مجھے ایک گھنٹے کے اندر مطلع کرو" بلیک زیرو نے کہا۔

"بہت بہتر" کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

اب پروفیسر شکور آئی۔ ایس۔ آئی والوں کا بھی ٹارگٹ بن گیا تھا۔ ایک ڈپٹی ڈائرکٹر میجر شہاب پوچھ گچھ کرتا ہوا۔ شہلا چودھری تک بھی پہنچ گیا۔

"میں نے اُسے پروفیسر شکور کی حیثیت سے پہچانا۔ اس نے بھی مجھے پہچان لیا۔ لیکن دینار ہوٹل میں اُس کے قیام سے متعلق میں کچھ نہیں جانتی۔ اس نے

مجھے بتایا تھا کہ وہ اپنے کسی دوست کے ساتھ مقیم ہے۔" شہلا چودھری میجر شہاب کو اپنا بیان لکھواتی رہی۔ "رائفل کلب میں اس کے مظاہروں کی میں تنہا ذمہ دار نہیں ہوں۔ کلب کے سیکریٹری بریگیڈیر سالم نے اس کی اجازت دی تھی۔ وہ بھی پروفیسر کے پرانے شناساؤں میں سے تھے۔ اور کلب کے متعدد ممبروں کی سفارش پر دعوت نامہ اس کے نام جاری کیا گیا تھا۔"

"آپ خصوصیت سے انٹرسٹڈ نہیں تھیں؟" میجر شہاب نے پوچھا۔

"صرف اس حد تک کہ میں نے پروفیسر سے بہت کچھ سیکھا تھا۔"

"دینار ہوٹل تو آپ ہی لوگوں کی ملکیت ہے۔" میجر شہاب نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"کیا یہ حیرت انگیز نہیں ہے کہ اُس نے قیام کے لئے بھی آپ ہی کے ہوٹل کا انتخاب کیا۔"

"ہو سکتا ہے حیرت انگیز ہو۔ لیکن اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔"

دینار ہوٹل کے منیجر اور کاؤنٹر کلرک اپنی نوکریوں سے بیزار نہیں تھے جو کوئی ایسا بیان دے بیٹھتے جس سے مالک کی بیٹی پہ حرف آتا۔

اُدھر کرنل فیضی نے عمران کے سلسلے میں سر سلطان کا ناطقہ بند کر رکھا تھا فون پر گفتگو ہوتی تھی۔ آخر سر سلطان نے ایک بار جھلا کر کرنل فیضی کو جواب دیا۔ "عمران شہر میں موجود نہیں۔ میں نے ایک کام سے اُسے ملک کے باہر بھیجا ہے لہذا آپ لوگ براہ کرم اُس کے فلیٹ کا محاصرہ ختم کر دیجئے۔ ورنہ میں اس بات کو آگے بڑھانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

یہاں تو بات ختم ہو گئی، لیکن اُدھر ظفر الملک نے بلیک زیرو کو رپورٹ دی۔

"سنگزاد کی لاش کو شمالی علاقے کی تجربہ گاہ تک پہنچانے کے لئے کرنل مکرم کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔ وہ بر وقت آرمی کے ہیلی پیڈ پہ پہنچ گیا اور ایک ہیلی کوپٹر کے ذریعے لاش شمالی علاقے کی طرف روانہ کر دی گئی۔ لیکن دو دن گزر جانے کے بعد بھی ہیلی کوپٹر واپس نہیں آیا اور کرنل مکرم یہاں پروفیسر شکور کے کمرے میں پایا گیا۔ پروفیسر مکرم کا بیان ہے کہ اُسے کچھ لوگوں نے اغوا کیا تھا اور زبردستی مارفیا کے انجکشن لگاتے رہے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔" بلیک زیرو نے ایکس ٹو کی آواز میں کہا۔ "تم دونوں آئی۔ ایس۔ آئی والوں کی مصروفیات سے بھی مجھے آگاہ رکھو۔"

ظفر الملک نے رابطہ منقطع کر کے جیمسن کو اس گفتگو سے آگاہ کیا اور جیمسن تنک کر بولا۔ "میری مصروفیات میں خلل پڑ رہا ہے۔ ان فضولیات سے آج کل میں میر تقی میر اور نظیر اکبر آبادی کو پڑھ رہا ہوں۔"

"اس کے باوجود بھی تمہاری صحت بدستور ہے۔"

"سو میں بھی ہوں آدمی۔"

"میر تقی میر سے تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا۔!"

"آہ وزاری کا سلیقہ پیدا ہوگا اور میں اس دور کے کلچر کو سمجھنے کے قابل ہو سکوں گا۔" سو میں بھی ہوں آدمی۔"

"اُس دور کے کلچر کو تم نے سمجھ بھی لیا تو تمہیں اس سے کیا فائدہ پہنچے گا۔"

"وہی فائدہ جو ڈاڑھی سے پہنچ رہا ہے۔" جیمسن ڈاڑھی پہ ہاتھ پھیر کر بولا۔

"فضول بکواس مت کرو۔ تم وقت ضائع کرنے کی مشین بنتے جا رہے ہو۔"

"ہم میں کون ہے جو وقت ضائع کرنے کی مشین نہیں ہے۔ کون دعوے سے کہہ سکتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے کسی افادیت کا حامل ہے۔"

"اردو بھی گاڑھی قسم کی بولنے لگے ہو۔"

"مطالعہ کا نتیجہ ہے۔"

"میں کہتا ہوں ختم کرو یہ بکواس۔ سنا ہے جوزف چرس پینے لگا ہے۔"

"ضرور پینے لگا ہوگا۔ اُسے چھوٹ بھی اتنی ملی ہوئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہز ہائینس عمران دی گریٹ کس دماغ کے آدمی ہیں۔ ہم میں سے کوئی ذرا سی چکھ

بھی لے تو قیامت اور اس کے لئے چھ بوتلیں یومیہ کا انتظام۔ اب شراب بندی ہوئی ہے تو وہ چرس پیئے گا۔"

"عادی نشے باز ہے اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہم شراب ترک کر کے مر تو نہیں گئے۔"

"آپ آخر کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"کتابیں چاٹنے کی بجائے کوئی ڈھنگ کا کام کرو۔"

"مجھے بھی چرس پینے کی اجازت دلوا دیجئے۔"

ادھر جوزف چرس کے ایکسٹریکٹ کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ وجہ یہ ہوئی تھی کہ جو شیدی اُسے سپلائی کرتا تھا دھر لیا گیا۔

دفعتہً ایک میلی کچیلی عورت سے ملاقات ہوئی وہ اُسے دیکھ کر رُکتی ہوئی آہستہ سے بولی۔ "کیا تم شیدی جمال کے گاہک ہو؟"

"ہاں ہاں!" جوزف نے زور سے سر ہلایا۔

"کیفے میلکم چلے جاؤ۔ مالکہ کا نام میریا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ خاتون۔" جوزف کے دانت نکل پڑے۔ وہ کیفے میلکم کی طرف روانہ ہو گیا جو اُسی گندی سی بستی کے ایک گوشے میں واقع تھا۔ شیدی جمال پکڑا نہ جاتا۔ لیکن اُس نے مجرموں اور پولیس کے درمیان آنکھ مچولی شروع کرا دی تھی۔ دراصل وہ پولیس انفارمر بھی تھا اور اسی لئے دھڑلے سے بزنس کرتا تھا لیکن پھر اس نے پولیس کو بھی دھوکا دینا شروع کر دیا اور بالآخر پکڑا گیا۔ جوزف کی شناسائی صرف اسی سے تھی اور کسی کو نہیں جانتا تھا وہ کیفے میلکم پہنچ گیا۔ اس کی مالکہ ایک بوڑھی یوریشین عورت تھی۔ شراب بندی سے قبل یہ میلکم بار تھا۔

جوزف کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا "میں شیدی جمال کا گاہک ہوں۔"

"کیا چاہئے؟" بوڑھی نے بے رخی سے پوچھا۔

"ایکسٹریکٹ ..."

"وہ تمہیں یہاں نہیں ملے گا۔"

"مگر میں جمال کا گاہک ہوں اور مجھے یہاں بھیجا گیا ہے۔"

"میں بھی دیکھ رہی ہوں کہ تم یہیں کھڑے ہوئے ہو۔ لیکن ایکسٹریکٹ کا بزنس دوسرے کے پاس ہے۔ تمہیں بندرگاہ کے علاقے میں جانا پڑے گا۔ یہ کارڈ رکھو۔"
اس نے کاؤنٹر کے نیچے سے ایک وزیٹنگ کارڈ نکال کر جوزف کی طرف بڑھا دیا۔ جوزف نے اس پر نظر ڈالی کسی شاجا مانجھی کا نام اور پتہ تحریر تھا۔ وہ اُس کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے بھی چل پڑا۔ پھر وہ شاجا مانجھی تک بھی پہنچ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اپنا کارڈ دیکھ کر شاجا نے یتیموں کی سی شکل بنالی اور بولا "یہاں کہاں دھرا ہے ایکسٹریکٹ! جمال اسی لئے دھر لیا گیا کہ مال ساتھ لئے پھرتا تھا۔"

"پھر کدھر چلے گا؟" جوزف نے پوچھا.

"ماہی بندر پہ۔ ٹرالر ہے ہمارا۔ مال وہیں ہے تمہیں اُدھر ہی چلنا پڑے گا. گھبراؤ نہیں گاڑی ہے اپنی۔ تمہیں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔"

"چلے گا۔" جوزف سر ہلا کر بولا۔

شاجا مانجھی کی کھٹارا کار میں بیٹھ کر وہ ماہی بندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شاجا خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ جوزف نے فوراً ہی اندازہ لگا لیا کہ شاجا بہت خوش اخلاق اور پیارا آدمی ہے۔ ماہی بندر پہنچتے پہنچتے دونوں میں گاڑھی چھننے لگی۔ اور ٹرالر میں پہنچتے ہی شاجا مانجھی نے ہانک لگائی "جوزف بھائی کے لئے کافی لاؤ۔"

"ارے نہیں اس کا کیا جرورٹ!" جوزف کے دانت نکل پڑے۔

"واہ جوزف بھائی۔ اس وقت تم مہمان ہو۔ لو جب تک یہ سگرٹ پیو۔ ... ایکسٹریکٹ ہی والا ہے۔"

جوزف دیر سے ترسا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ سے سگرٹ جھپٹ کر سلگانے لگا۔ اتنے میں کافی بھی آگئی۔ گویا پہلے ہی سے تیار تھی۔

جوزف گُم سُم کافی کے گھونٹ اور سگرٹ کے کش لینے لگا۔ لیکن اسے ہوش نہیں کہ پہلے کافی ختم ہوئی تھی یا سگرٹ! دوبارہ ہوش آیا تھا تو اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔ اور ٹرالر حرکت کر رہا تھا۔

ٹرالر کے نچلے حصے میں وہ تنہا نہیں تھا۔ اُسی کی طرح آٹھ دس اور بھی بندھے پڑے ہوئے تھے۔

"شش شاجا بھائی کدھر ہے؟" جوزف نے ایک ہمسفر سے پوچھا۔

"بھائی کہتے ہو! قسائی ہے سالا قسائی۔" ہمسفر بولا۔ "پتا نہیں حرامی ہمیں ہمیں کہاں لئے جا رہا ہے۔"

جوزف کا حلق خشک ہونے لگا۔

عمران بے دست و پا بستر پر پڑا ہوا تھا۔ بے دست و پا یوں کہ قوتِ ارادی نہ جانے کہاں غرق ہو گئی تھی۔ ہاتھ پیر بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ ذہن بالکل سپاٹ تھا۔ اور یادداشت کا یہ عالم تھا کہ کچھ بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔ بستر پر چت پڑا چھت کو تکتا رہا۔

یہ ایک چھوٹا سا کیبن تھا۔ دیوار سے لگے ہوئے کلاک نے بارہ بجائے۔ گھنٹے کی آوازیں اُسے ایسی لگی تھیں۔ جیسے کھوپڑی پر بارہ ہتھوڑے چل گئے ہوں۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے کیبن کا دروازہ کھولا۔ اور ایک چھوٹی سی ٹرالی سمیت اندر داخل ہوا۔

یہ ایک سیاہ فام آدمی تھا۔ اُس نے سوئچ آن کر کے کیبن میں روشنی کر دی ا عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "ناشتہ کر لو۔" زبان انگلش تھی۔

"میں اُٹھ نہیں سکتا۔" عمران نے کہا۔

"کوشش کرو۔ میں تمہارے منہ میں چمچے تو نہیں دوں گا۔" سیاہ فام بولا۔

"اچھا تو مجھے اُٹھ بیٹھنے میں مدد تو دے سکتے ہو۔"

"اچھا۔ دیکھتا ہوں!" کہہ کر سیاہ فام نے اُسے بستر ہی پر بیٹھ جانے میں مدد دی تھی۔

"کیا یہ کوئی اسٹیمر ہے؟" عمران نے نحیف آواز میں پوچھا۔

"نہیں ٹرالر ہے۔" سیاہ فام نے جواب دیا۔ "بڑے جھینگوں کا شکار ہو رہا ہے۔"

"اچھا۔ اچھا" عمران نے کہا۔ اور ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کافی پاٹ کے ساتھ سی فوڈ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اس نے دو بڑے جھینگے کھائے اور کافی پینے لگا۔ سیاہ فام نے اُس سے کہا۔ "تم تو ٹرالر پر قدم رکھتے ہی بیمار ہو گئے۔ حالانکہ ہماری مدد کرنے آئے تھے۔"

"کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب بیمار پڑ جائے گا۔"

"نمبر تین قسم کے جھینگوں پر تمہیں ریسرچ کرنی تھی۔"

"اچھا... ہاں.... !" عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

"اب تم جلدی سے اچھے ہو جاؤ۔ ہمارا ٹرالر نمبر تین قسم کے جھینگوں کے علاقے میں داخل ہی ہونے والا ہے۔"

"میں کوشش کر رہا ہوں کہ میرے اعصاب قابو میں آ جائیں۔" عمران نے بے بسی سے کہا۔ کافی پی چکنے کے بعد بے اختیار دل چاہا کہ پھر لیٹ جائے۔ لیکن دل پر جبر کئے بیٹھا رہا۔

سیاہ فام آدمی ٹرالی کیبن سے نکال لے گیا۔ عمران بیٹھا رہا۔ آہستہ آہستہ ذہن کی کہر چھٹ رہی تھی۔ یادداشت کی جھلکیاں شعور کی سطح پر ہیجان سا برپا کرنے لگیں اور پھر یک بیک اُسے یاد آ گیا کہ وہ کون ہے اور اس پر کیا گذر رہی تھی۔ اُس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ کرنل گگرم کا میک اپ بدستور موجود تھا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔ لیکن جیکوار نے تو کہا تھا کہ وہ اُس کو اُسی حالت میں آئی۔ ایس آئی والوں کے حوالے کر دے گا۔ لیکن یہ نمبر تین قسم کی جھینگوں کا کیسا قصہ نکل آیا۔ جھینگے.... آخر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ کیا یہ ٹرالر انہیں کا ہو گا۔ لیکن وہ تو شمالی معزلا کے کوہستان میں تھے، اور یہ سمندر۔ یہ سلسلہ کہاں سے ملا۔ اسی الجھن میں وہ پوری طرح بیدار ہو گیا۔ ساری

توانائیاں بھی عود کر آئیں۔

بستر سے فرش پر اُتر آیا اور مضطربانہ انداز میں ٹہلنے لگا۔ کیا کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکلے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ فطری عمل تو یہی ہونا چاہئے۔ تو پھر دیکھا جائے گا اس نے کیبن کا دروازہ کھولا اور عرشے پر نکل آیا۔ ٹرالر نے جال ڈال رکھے تھے اور آہستہ روی سے ایک جانب چل رہا تھا۔ عمران کو عرشے پر زیادہ تر دیسی لوگ دکھائی دیئے جنہوں نے اس کی طرف قطعی توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن جیسے ہی چند سیاہ فاموں نے اُسے دیکھا ٹرالر میں کسی قدر ہلچل نظر آنے لگی۔

اور پھر ایک بلند و بالا سیاہ فام آدمی دکھائی دیا جو تیزی سے اُسی کی جانب آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر بولا۔ "میں کیپٹن سلواس ہوں مسٹر خان۔"

"اوہ... اچھا!" عمران نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

"آپ بیماری ہی کی حالت میں ہم تک پہنچے تھے۔"

"میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔" عمران نے کہا۔ "لیکن اس علالت نے میری یادداشت پر کسی قدر اثر ضرور ڈالا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔ مسٹر خان۔"

"میں نہیں جانتا کہ مجھے یہاں کیوں بھیجا گیا ہے۔"

"بظاہر تیسری قسم کے جھینگوں پر ریسرچ۔"

"لیکن بباطن...!" عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

اس نے دوربین اپنے گلے سے اتار کر عمران کو تھماتے ہوئے ایک جانب اشارہ کیا۔ "ادھر دیکھئے مسٹر خان۔"

عمران نے دوربین آنکھوں سے لگائی اور بتائی ہوئی سمت دیکھتا رہا۔ کسی جزیرے کے آثار تھے۔ "ہاں! میں دیکھ رہا ہوں۔"

"اُس جزیرے کے آس پاس بہترین قسم کے جھینگے پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہاں کے باشندے نہ خود ماہی گیری کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ کئی بار ہمارے

ٹرالر پر فائرنگ کر چکے ہیں۔"

"تو پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکوں گا!"

"گفت و شنید! ہماری بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔"

"اچھا... اچھا... میں سمجھ گیا..."

"بس یہی کرنا ہے آپ کو مسٹر خان۔ اگر وہ لوگ خود ہی ماہی گیری کرتے ہوتے تو ہم اُن کے جزیرے کے پاس بھی نہ پھٹکتے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اور مسٹر خان۔ آپ اپنی ضروریات سے براہ راست مجھے آگاہ کریں گے۔"

"ضرور... ضرور۔" عمران نے کہا۔

پھر جوزف کے ہاتھ کھول دیئے گئے تاکہ وہ بہ آسانی کھا پی سکے اور چرس کے سگرٹ استعمال کر سکے۔ لیکن جو برتاؤ اس کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کے بارے میں کوئی اس سے گفتگو کرنے پر تیار نہیں تھا۔

اس نے ایک پڑوسی سے پوچھا! "تم کیسے آیا تھا۔"

"چرس کا چکر۔ اور کیا؟" پڑوسی نے جواب دیا۔

"کس کا گاہک تھا...؟"

"شیدی جمال کا..."

"ہم بی تھا۔" جوزف نے ٹھنڈی سانس لی۔

پھر اُسی شام کو جوزف کے پیر بھی کھول دیئے گئے۔ اور اُسے ٹرالر کے کپتان کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہ ایک سخت گیر آدمی معلوم ہوتا تھا۔

جوزف لاپرواہی سے اس کے سامنے کھڑا رہا۔

„تم انگریزی میں گفتگو کر سکتے ہو؟" اس نے بالآخر جوزف سے سوال کیا۔

„ہاں، کر سکتا ہوں۔"

„کہاں کے باشندے ہو؟"

„اب تو نہیں کا ہوں۔ پہلے کبھی تنزانیہ کا تھا۔"

„بال بچے ہیں؟"

„نہیں تنہا ہوں۔ مگر کیوں؟"

„شاید بیکار بھی تھے.... !"

„نہیں کچھ ایسا زیادہ بیکار بھی نہیں تھا۔"

„بہرحال تمہاری نوکری لگ گئی ہے۔"

„زبردستی! میں کب نوکری کا خواہاں ہوں۔ پھر میرا ایک مالک موجود ہے۔"

„کیا تنخواہ دیتا تھا۔"

„سو روپے یومیہ۔"

„کیا کام کرتے تھے؟"

„اس کا باڈی گارڈ تھا۔"

„ہم ڈیڑھ سو روپے یومیہ دیں گے اور چرس کا ایک سگریٹ مفت۔"

جوزف متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔ پھر پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ "لیکن مجھے کرنا کیا ہوگا؟"

„یہ وہیں پہنچ کر معلوم ہوگا۔ جہاں لے جائے جا رہے ہو۔"

„شاجامانجی کہاں ہے؟"

„اب اسے بھول جاؤ۔ وہ ہمارا ایک معمولی سا ایجنٹ ہے۔"

„اور مجھے جانا کہاں ہے؟"

„جلد ہی پہنچ جاؤ گے۔ ہاں اگر کسی کے باڈی گارڈ تھے تو تمہارا نشانہ بھی اچھا ہوگا۔"

„اندھیرے میں آواز پر نشانہ لگا سکتا ہوں۔"

رات کو کسی وقت کہیں وہ ٹرالر لنگر انداز ہوا تھا۔ جوزف اور اس کے ساتھی قیدیوں کو ساحل پر اتار دیا گیا۔

چاروں طرف گھور اندھیرا تھا۔ جو لوگ انہیں لینے آئے تھے۔ مسلح تھے۔ اور ان کے ساتھ ایک پرانی لاری تھی۔ انہیں اس لاری پر بٹھا دیا گیا۔ اور لاری چل پڑی۔ جوزف خاموش تھا۔ سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں کس جال میں پھنس گیا ہے۔ کاش باس کا کہنا مان لیا ہوتا۔ لیکن وہ سلیمان کا بچہ چرس کی تو اسی نے سمجھائی تھی اور شیدی جمال سے بھی ملوایا تھا۔ مستقل کان کھاتا رہا تھا۔ جب اس نے چرس شروع نہیں کی تھی۔ لیکن وہ عمران کو یہ سب کچھ نہیں بتا سکا تھا۔

لاری بھی بالآخر ایک جگہ رکی تھی اور ان سے اترنے کو کہا گیا تھا۔ جوزف نے گھڑی دیکھی رات کے تین بجے تھے۔ جس عمارت میں انہیں اتارا گیا تھا۔ بہت بڑی نہیں تھی۔ جوزف تو بستر پر گرتے ہی غافل ہو گیا تھا۔

دوسری صبح جاگا تو کئی شکلیں نظر آئیں۔ لیکن ان میں کوئی سیاہ فام نہیں تھا۔ قریب قریب سبھی مقامی لوگ تھے۔ ناشتے کے بعد اسے نئے باس کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہ ایک بڈھا لیکن بہت چالاک آدمی تھا۔ اس نے جوزف کو نیچے سے اوپر تک دیکھ کر پوچھا۔ "کب سے چرس پی رہے ہو؟"

„شراب بندی کے بعد سے۔" جوزف نے جواب دیا۔

„کسی کے باڈی گارڈ تھے!"

„ہاں! میں کسی کا باڈی گارڈ تھا اور دھوکے سے یہاں لایا گیا ہوں۔"

„تو گویا تمہیں یہ طریقہ پسند نہیں آیا؟"

„اب اس قصے کو رہنے دو۔ چرس مجھے یہاں لائی ہے۔"

„آزادی ہے۔ یہاں تمہیں کسی قسم کا دھڑکا نہیں ہوگا۔"

„چلو ختم کرو۔ بتاؤ مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"میرے جزیرے کے اطراف میں بہت عمدہ قسم کے جھینگے پائے جاتے ہیں، ایک ٹرالر یہاں جال لگانا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ بحری پولیس کا ٹرالر ہو۔ اور ہماری زد میں ہو۔ اس ٹرالر پر زیادہ تر سیاہ فام اور انگلش بولنے والے ہیں۔ معقول معاوضہ ادا کر کے وہ یہاں سے جھینگے پکڑنا چاہتے ہیں۔ تم اُن سے بات کرو گے۔ اور یہ بھی دیکھو گے کہ کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے۔ اگر اُن سے معاملات طے ہو گئے تو تمہیں اُسی ٹرالر پر رہنا ہوگا۔"

"مجھے یہ کام سوٹ کرے گا۔"

"ویسے تمہیں کس بات پر زیادہ دھیان دینا ہوگا۔"

"اس پر کہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"ٹھیک ہے تم یہ کام کر سکو گے۔" بوڑھے نے کہا۔ "آج اُن کا ایک آدمی گفت و شنید کے لیے یہاں آئے گا۔ تمہاری موجودگی ضروری ہوگی۔"

"میں موجود رہوں گا۔"

عمران نے اس معاملے پر بہت غور کیا تھا لیکن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا۔ ظاہر تھا کہ وہ اس ٹرالر تک جیگوار ہی کے توسط سے پہنچا تھا۔ یعنی یہ ٹرالر بھی انہی لوگوں کا ہو سکتا تھا۔ تو پھر یہ جھینگوں کا کیا چکر ہے۔ کہاں سنگ زادوں کی تلاش اور کہاں ماہی گیری۔ اور پھر ماہی گیری بھی اس قدر دب دب کر! یعنی وہ جزیرے کے لوگوں سے معاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ اپنی قوت کے بل بوتے پر زبردستی بھی یہ کام کر سکتا تھا۔

کیپٹن سلواس کے بیان کے مطابق وہ اسمگلرز کا جزیرہ تھا اور وہاں منشیات سازی کے کارخانے قائم تھے۔

بہرحال آج اسے ایک چھوٹی کشتی پر بیٹھ کر جزیرے کے ساحل تک جانا تھا۔ اور وہاں اُن اسمگلرز سے ماہی گیری سے متعلق گفت و شنید کرنی تھی۔ اور ساتھ ہی اُس رقم کی پہلی قسط بھی ادا کرنی تھی جو ماہی گیری کے معاوضے کے طور پر طے ہو جاتی۔ کیپٹن سلواس کے بیان کے مطابق رقم کی ادائیگی ڈالروں میں کی جاتی۔

ٹھیک نو بجے ٹرالر سے ایک چھوٹی موٹر بوٹ پانی میں اتاری گئی۔ عمران اس پر تنہا تھا اور اب بھی کرنل مکرم ہی کے میک اپ میں تھا۔ بس وردی نہیں تھی جسم پر۔!

وہ موٹر بوٹ کو ساحل کی جانب اسٹیئر کرنے لگا۔ قریب پہنچا تو ایک مخصوص جگہ سے اشارہ موصول ہوا۔ گویا وہ لوگ چاہتے تھے کہ کشتی ادھر ہی لنگر انداز ہو۔ عمران نے اُسی جانب کشتی کا رُخ موڑ دیا۔

وہ غیر مسلح نہیں تھا اُس کے ہولسٹر میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور موجود تھا اور پیٹی کارتوسوں سے بھری ہوئی تھی۔ اور یہ سب کچھ کیپٹن سلواس نے فراہم کیا تھا۔ کشتی ساحل سے جا لگی اور عمران نے لنگر ڈال دیا۔ تین مسلح آدمی اس کی پیشوائی کو بڑھے۔ تینوں دیسی تھے۔

"کچھ۔۔۔ پیدل چلنا ہوگا۔" اُن میں سے ایک بولا۔

"کوئی بات نہیں۔" عمران نے جواب دیا۔

راستہ خاموشی سے طے ہوا اور وہ ایک چھوٹی سی عمارت تک پہنچ گئے۔ یہاں بھی کئی افراد موجود تھے۔ ایک بوڑھا صدر نشین تھا۔ لیکن عمران پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کیونکہ انہی لوگوں میں اُسے جوزف بھی دکھائی دیا تھا۔ پہلے تو اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا تھا۔ لیکن حقیقت پھر حقیقت ہے۔ جوزف کسی بُت کی طرح جامد و ساکت کھڑا ہوا تھا۔

ماہی گیری سے متعلق گفتگو شروع ہوئی اور بوڑھے نے کہا۔ "میں اس جزیرے کا مالک ہوں۔ خالد منٹو میرا نام ہے۔"

عمران نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں ٹی۔ اے خان ہوں۔"

”آپ تو مقامی ہی آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“ بوڑھے نے کہا۔

”ہاں! میں اس ٹرالر پر کام کرتا ہوں۔“

”ٹرالر کا مالک کون ہے۔“

”ایک غیر ملکی سیاہ فام مسٹر سلواس۔“

”ہاں میں نے بھی سنا تھا کہ وہ انگلش بولنے والے سیاہ فام لوگ ہیں۔“

”تو اب معاملے کی بات کیجئے مسٹر مٹھو۔“

”چالیس ہزار ڈالر معاوضہ ہوگا۔“

”سیزن بھر کا؟“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں سیزن بھر کا۔“

”مجھے منظور ہے۔ لیکن ہم رقم بالاقساط ادا کریں گے۔“

”کتنی اقساط میں۔“

”کم از کم پانچ اقساط میں۔“ پہلی قسط میں ساتھ لایا ہوں۔“

”لیکن میری بھی ایک شرط ہے۔“

”فرمایئے مسٹر مٹھو۔“

”میرا ایک آدمی تمہارے ٹرالر پر رہے گا۔ جب تک تم ہمارے سمندر میں ادھ

”ضرور ضرور مسٹر مٹھو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

”مٹھو نے جوزف کی طرف اشارہ کرکے کہا۔“ مسٹر جوزف مگونڈا۔“

عمران نے جوزف سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”بڑی خوشی ہے۔“

”اس کی مادری زبان بھی انگلش ہی ہے۔“ مٹھو نے کہا۔

”بڑی خوشی ہوئی مسٹر مگونڈا۔“ عمران نے پھر جوزف سے مصافحہ کیا! اس کے بعد اس نے آٹھ ہزار ڈالر مٹھو کے حوالے کر دیئے تھے۔

شمار کرتا رہا۔ پھر بولا۔ ”تو یہ معاملہ بخیر و خوبی طے ہو گیا۔“

”اور مسٹر مٹھو۔ آپ کو ہماری طرف سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“

”بس تو پھر ہماری دوستی بھی قائم رہے گی۔“

”تھوڑی دیر بعد مجلس برخاست ہو گئی۔ اور عمران جوزف سمیت اپنی کشتی میں آ بیٹھا۔ لیکن اُس نے تہیہ کر لیا تھا کہ فی الحال خود کو جوزف پر ظاہر نہیں کرے گا۔

جوزف قطعی خاموش تھا۔ اس کی تو عادت ہی تھی کہ صرف سوالات کے جواب دیتا تھا۔

”کس ملک سے تعلق رکھتے ہو۔“ عمران نے پوچھا۔

”اسی ملک سے۔ کبھی تنزانیہ کا باشندہ بھی تھا۔“

”تم آخر ہمارے ٹرالر پر کیا دیکھو گے۔“

”وہ میں تمہیں کیوں بتاؤں مسٹر۔!“ جوزف نے کہا اور تیز ہوا میں سگرٹ سلگانے کی کوشش کرنے لگا۔ عمران نے طویل سانس لی۔

وہ سگرٹ نہیں سلگا سکا تھا اور کنکھیوں سے عمران کی طرف دیکھے جا رہا تھا

”افسوس کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔“ عمران بولا۔

”اگر تم ایک منٹ کے لئے انجن بند کر دو تو۔“

”کیا حال ہی میں اسموگنگ شروع کی ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”یہی سمجھ لو۔۔۔!“

عمران نے انجن بند کر دیا۔ اس وقت سمندر میں تموج نہیں تھا۔ اس لئے کسی مزید دشواری کے بغیر جوزف کا کام ہو گیا۔

”شکریہ مسٹر۔!“ اُس کے دانت نکل پڑے۔

عمران نے دوبارہ انجن اسٹارٹ کیا اور کشتی کا رُخ ٹرالر کی طرف موڑ دیا۔

”یہ تو چرس معلوم ہوتی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”شوق رکھتے ہو تو پیش کروں ایک سگرٹ۔“

”شکریہ! میں تو تمباکو بھی نہیں پیتا۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے۔ کیا تمہارے ٹرالر پر شراب مل سکے گی۔“

”پتا نہیں! وہیں کسی سے معلوم کر لینا! میں صرف اپنے کام سے کام رکھتا ہوں۔“

کشتی ٹرالر کے قریب پہنچ گئی تھی۔ انہیں اوپر چڑھا لیا گیا۔

جلد ہی کیپٹن سلواس کے سامنے اُن کی پیشی ہو گئی تھی۔ سلواس اس سے بے خبر تھا کہ وہاں کیا طے پایا ہے۔ عمران نے اُسے جوزف کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تمہیں اس سے کوئی تردّد نہ ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ جو تم نے طے کر دیا۔ ظاہر ہے کہ ہم صرف جھینگے پکڑیں گے۔ ویسے تمہارے باس نے کس نتیجے کے تحت یہ شرط رکھی ہے۔" اس نے جوزف سے پو

"میں نہیں جانتا مسٹر۔"

"پھر تم یہاں کیا کرو گے؟"

"اپنے مالک کے مفادات کی نگرانی کروں گا۔"

سلواس مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ عمران کو اُس کی یہ مسکراہٹ معنی خیز لگی تھی۔

پھر سلواس نے کچھ ذاتی نوعیت کے سوالات کئے تھے اور جوزف سے تشفی بخش جوابات پا کر خاموش ہو گیا تھا۔

ٹرالر کے عملے کو جوزف کی حیثیت سے آگاہ کر دیا گیا۔ اب ٹرالر جزیرے کی سمندری حدود کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عمران تھوڑی دیر بعد دوبارہ سلواس کے کیبن میں داخل ہوا۔ وہ اس وقت شراب پی رہا تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی ہنس پڑا۔ اور بولا۔ "تم تو پیتے بھی نہیں ہو۔"

"جوزف پوچھ رہا تھا کہ کیا ٹرالر پر شراب مل سکے گی؟" عمران نے کہا۔

"اسے نہیں مل سکے گی۔ ہمارا کوٹہ محدود ہے۔" سلواس نے بُرا سا منہ بنا کر

"کیا تم چاہتے ہو کہ اس کی مدارات کی جائے۔"

"میں کچھ نہیں چاہتا۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"آدمی خطرناک معلوم ہوتا ہے۔"

"اگر اُن کا پیشہ منشیات کی اسمگلنگ ہے تو ہونا ہی چاہیئے۔"

"لیکن وہ یہاں ٹرالر پر کیا کرے گا۔ خالد مشو کی یہ شرط میری سمجھ میں نہیں آئی

"انہیں ہم سے خطرہ ہو سکتا ہے۔"

"کس بات کا خطرہ؟"

"کہیں ہم جزیرے پر قبضہ کر لینے کی کوشش نہ کریں۔"

"کیا خیال ہے اگر ایسا ہوا بھی تو یہ ایک عدد مرغ یہاں کیا کر سکے گا۔"

"یہ تمہارے سوچنے کی بات ہے مسٹر سلواس۔"

"دیکھا جائے گا۔"

"ویسے مجھے حیرت ہے کہ خالد مشو خود ہی جھینگوں کا کاروبار کیوں نہیں کرتا۔" عمران نے کہا۔

"اُسے کچھ دشواریاں ہیں۔"

"مجھے تو کوئی دشواری نظر نہیں آتی۔"

"میں نے بھی سنا ہے کہ وہ کسی دشواری کی بنا پر ایسا نہیں کر سکتا۔"

"کیا یہ واقعی بہت ہی اعلیٰ قسم کے جھینگے ہیں۔"

"جال پڑیں گے خود دیکھ لینا۔"

عمران اس کے کیبن سے نکلا ہی تھا کہ جوزف سے مڈبھیڑ ہو گئی وہ اُسے دیکھ کر رُکتا ہوا بولا۔ "یہاں شراب تو ہے مسٹر خان۔"

"ہے لیکن ان کے کوٹے سے زیادہ نہیں ہے۔ لہٰذا شاید تمہیں نہ مل سکے۔"

وہ ٹہلتے ہوئے ڈیک کی طرف نکل آئے۔ یہاں پانی میں جال ڈالے جا رہے تھے۔

"تمہارا باس مشو کیسا آدمی ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"بالکل نئی ہے میری ملازمت کسی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"مجھے اس پر بھی حیرت ہے کہ مشو نے ایک ناتجربہ کار آدمی کو ٹرالر پر کیوں بھیج دیا۔"

"مجھے بھی کم حیرت نہیں ہے مسٹر خان۔"

"اس جزیرے میں کب سے ہو۔"

"صرف تین دن سے۔ اس سے پہلے میرا باس بھی دوسرا تھا۔ مجھے زبردستی اس

ملازمت پر مجبور کیا گیا ہے۔ اسی لئے میں خود کو قربانی کے بکرے سے زیادہ نہیں سمج

"تمہاری کہانی دلچسپ معلوم ہوتی ہے۔"

"میں بے وفا نہیں ہوں میرے ساتھ فراڈ کیا گیا ہے۔ میں اب بھی اپنے پ
ہی آقا کا غلام ہوں۔ اس لئے تمہیں یہ بات بتا رہا ہوں۔ نہ بتاؤں تو میری دانس
میں میری وفا پر حرف آئے گا۔"

"تم عجیب ہو مسٹر مگونڈا۔"

"شراب بندی سے قبل میرا آقا میرے لئے چھ بوتلیں یومیہ کا انتظام رکھتا
حالانکہ خود اس نے کبھی چکھی بھی نہیں تھی۔ شراب بندی کے بعد میں چرس کے راست
پر لگ گیا۔ جس سے خریدتا تھا ایک دن وہ پکڑا گیا اور اس کے گاہکوں کو دوسر
اڈے بتائے گئے۔ ایکسٹریکٹ ذرا مشکل سے ملتا ہے اس کے لئے مجھے ان لوگو
کے چکر میں آنا پڑا۔ دھوکے سے مجھے ایک ٹرالر میں لے گئے۔ بہانا تھا کہ ایکسٹریک
وہیں ملے گا۔ ٹرالر پر نشہ آور کافی پلائی گئی اور دھوکے سے مجھے گرفتار کر ک
اس جزیرے پر پہنچا دیا گیا۔ یہ ہے میری کہانی۔"

"بڑا ظلم ہوا ہے تمہارے ساتھ۔"

"لیکن بہر حال مجھے یہاں خالد مٹو کے مفادات کی نگرانی کرنی ہے۔" جوزف ن

"تمہارا پہلا آقا کہاں ہے؟"

"کاش! مجھے معلوم ہوتا مسٹر خان! وہ ایک سیلانی آدمی ہے۔"

"کرتا کیا ہے؟"

"یہ تو مجھے آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔"

"تب تو وہ بھی کوئی غیر قانونی ہی کام کرتا ہوگا۔"

"خدا جانے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ میں تو صرف
اس پر نظر رکھتا ہوں کہ مجھے اس کے لئے کیا کرنا ہے۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے۔" عمران نے کہا۔ "لیکن یہاں خالد مٹو کے خلاف کیا ج

"اسے خوف ہے کہ کہیں تم لوگ ماہی گیری کرتے کرتے کوسٹ گارڈز کے حملے میں نہ تبدیل ہو جاؤ۔"

"ایسی صورت میں تم تنہا کیا کر سکو گے مسٹر جوزف۔"

"کم از کم مٹو کو مطلع تو کر سکوں گا۔"

"جزیرے میں کیا ہے مسٹر مگونڈا۔"

"خاصے بڑے رقبے پر حشیش کی کاشت ہوتی ہے اور چرس بنائی جاتی ہے۔ ایکسٹریکٹ بنانے کے کارخانے ہیں۔"

"تعجب ہے کہ کسٹمز کے حکام اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔"

"بہت بارسوخ آدمی ہے۔ اکثر منسٹروں کی آنکھوں کا تارا رہ چکا ہے۔"

"خیر مجھے کیا۔" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"یہ سیاہ فام کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں مسٹر۔" جوزف نے پوچھا۔

"مختلف ممالک کے لوگ ہیں، کسی کا تعلق جمیکا سے ہے کسی کا برازیل سے اور کوئی امریکن ہے۔"

"اور بیچارے جھینگے پکڑتے پھرتے ہیں لیکن یہ کاروبار تو کسی مقامی ہی آدمی کا ہوگا۔"

"یہ میں نہیں جانتا۔" عمران نے کہا۔

ٹھیک اسی وقت کیپٹن سلو اس کے اردلی نے عمران کو پیغام پہنچایا کہ اس نے اسے اپنے کیبن میں طلب کیا ہے۔

کیبن میں وہ تنہا تھا اور سامنے شراب بھی موجود نہیں تھی۔

"تمہاری کال ہے مسٹر خان!" اس نے ٹرانسمیٹر کی طرف اشارہ کیا۔

عمران نے ہیڈ فون کانوں پر چڑھائے اور کال ریسیو کی۔

دوسری طرف سے کلارا ڈکسن کی آواز آئی۔ "تم اچھے تو ہو نا۔"

"اوہو۔ یاد آوری کا شکریہ۔"

"خالد مُنّو سے معاہدے پر مبارکباد قبول کرو۔"

"مگر مقصد کیا ہے!"

"ہم اس جزیرے پر اس طرح قبضہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بظاہر خالد مُنّو ہی کی تحویل میں رہے۔"

"لیکن اس کا ایک آدمی ٹرالر پر موجود ہے۔"

"اور اتفاق سے وہ بھی تمہارا ہی آدمی ہے۔"

"خدا کی پناہ! تم یہ بھی جانتی ہو۔"

"ہاں! عمران! ہماری معلومات تمہارے سلسلے میں بہت وسیع ہیں۔ کیونکہ فی الحال تم ہمارا ابجکٹ ہو۔ جوزف منگونڈا تمہارا غلام ہے۔ اگر تم خود کو اس پر ظاہر کردو تو خالد مُنّو ہوا میں اڑ جائے گا۔"

"لیکن میں اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔"

"کسی اور طرح ہولڈ کرو۔ لیکن وہ تنہا کس طرح حارج ہو سکے گا۔"

"یہ نہ کہو۔ وہ ایک جنگجو آدمی ہے اور جنگلی چالوں سے کما حقہ واقف ہے۔"

"خیر یہ تمہارا اپنا مسئلہ ہے۔ میں نے فی الحال اسی بہانے سے تمہیں جیگوار سے بچا لیا ہے۔ ورنہ وہ تو تمہیں آئی ایس آئی والوں کے حوالے کرنے جا رہا تھا۔ تم خود سوچو جب کرنل منگرم کے روپ میں تمہارا وجود سامنے آتا تو کیا ہوتا۔"

"اتنا بُرا ہوتا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"بس تو پھر مجھ سے تعاون کرو۔"

"کر تو رہا ہوں۔ لیکن اب اس میک اَپ سے چھٹکارا چاہتا ہوں۔"

"فی الحال مناسب نہ ہوگا۔ اگر تم کچھ الو ثابت ہوئے تو کیپٹن سلواس اپنی خود اعتمادی کھو بیٹھے گا۔"

"چلو۔ تمہارے کہنے سے کچھ دن اور سہی۔"

"جزیرے پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں کیپٹن سلواس سے بات کرو۔"

"بہت اچھا۔"

"فی الحال خدا حافظ۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

عمران نے سوئچ آف کر کے ہیڈ فون اتار دیا۔ اور کیپٹن سلواس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا میرے سر پر سینگ نکل آئے ہیں مسٹر خان۔" سلواس مسکرا کر بولا۔

"ابھی تو نہیں نکلے لیکن عنقریب شاید نکل ہی آئیں۔"

"کیا ہدایات ملی ہے؟"

"وہی جو ملنی چاہئے۔"

"تو تم ہی اس مہم کے سربراہ ہو گے۔" سلواس نے کہا۔

"شاید! لیکن پھر میں اپنی مرضی سے کام کروں گا۔ کسی کی بھی دخل اندازی میری برداشت سے باہر ہوگی۔"

"ظاہر ہے مسٹر خان! وہ تمہاری فیلڈ ہوگی۔"

"میں پھر اطمینان سے اس مسئلے پر گفتگو کروں گا۔ ابھی تم جینگے کو پکڑ دو۔"

وہ اپنے کیبن میں واپس آگیا۔ اس نئی پوزیشن نے مزید الجھن میں ڈال دیا تھا۔ خواہ مخواہ کشت و خون ہوگا۔ وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کسی نے کیبن کے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ اور جوزف دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"بیٹھو۔" عمران نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

جوزف بیٹھتا ہوا بولا۔ "یہاں مجھے اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔"

"قدرتی امر ہے۔ تم ان کی نیتوں پر شبہے کے تحت یہاں آئے ہو۔"

"ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"ویسے تمہیں خالد مُنّو سے بھی ہمدردی نہیں ہے۔"

"یہ حقیقت ہے مسٹر خان۔"

"اگر واقعی ہم اس کے جزیرے پر قبضہ کر لیں تو کیسی رہے۔"

"اُسے قانونی تحفظ حاصل ہے۔ تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ بہرحال اس ملک کا ایک قانون ہے۔ وہ جزیرے کا مالک ضرور ہے لیکن آزاد نہیں ہے۔"

"کسی قسم کے جھگڑے کی صورت میں تمہارا کیا رویہ ہوگا؟"

"سب سے پہلے اپنی جان بچانے کی کوشش کروں گا۔"

"پھر وہ اُسی صورت میں ممکن ہوگا۔ جب تم ہم سے مل جاؤ۔"

"آخر کس بنا پر! وہاں سے تو مجھے چرس کا ایک سگریٹ مفت ملتا ہے۔ یہاں تمہاری نیت سے ایک بوتل شراب بھی نہ نکل سکی۔"

"یہ بات معقول ہے مسٹر منگونڈا۔ لیکن اُس صورت میں تمہارا کیا رویہ ہوگا جب یہ لوگ تمہیں شراب دینے پر آمادہ ہو جائیں۔"

"پھر میں سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"یہ ناممکن ہے شراب اور چرس ساتھ نہیں چل سکیں گی۔"

"شراب نہ ملنے کی بنا پر چرس شروع کی تھی۔ وہ ملنے لگے تو پھر چرس کو ہاتھ بھی نہ لگاؤں گا۔"

"فرض کرو یہاں تمہیں کسی سازش کا علم ہوتا ہے۔ تو تم مٹھو کو کس طرح آگاہ کرو گے؟"

"یہ ریوالور دیکھ رہے ہو مسٹر!" جوزف نے اپنے ہولسٹر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اس کے دستے سے ایک ٹرانسمیٹر بھی منسلک ہے۔ کیا سمجھے۔ مٹھو اس جزیرے کا بادشاہ ہے۔ اُس کے پاس کیا نہیں ہے۔"

عمران نے طویل سانس لی۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "میں تمہارے لئے شراب کا انتظام کر دوں گا۔"

"بس تو پھر میری وفاداری بھی پرانی ڈگر کو چھوڑ دے گی۔"

"تم نے جزیرے کو گھوم پھر کر بھی دیکھا۔"

"نہیں! مجھے کچھ دیکھنے نہیں دیا گیا۔ صرف ایک عمارت تک محدود رکھا گیا تھا۔"

"تب تو اُسے تم پر بھی اعتماد نہیں ہو سکتا۔"

"عقل کے ناخن لو مسٹر! ان دونوں میں کون کس پر اعتماد کرے گا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ اچھا اب تم اپنے کیبن میں جاؤ۔ کھانا اور شراب وہیں پہنچ جائیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر!" جوزف نے پیشانی کو انگلی سے چھو کر کہا اور کیبن سے نکل گیا۔

رات کے بارہ بجے تھے۔ اور ٹرالر جزیرے ہی کے ایک ساحل پر لنگر انداز تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ٹرالر کا عملہ خواب خرگوش کے مزے لے رہا ہو لیکن حقیقتاً ایسا نہیں تھا۔ تین دن سے جزیرے کے اطراف میں ماہی گیری ہوتی رہی تھی اور جوزف اس دوران میں مٹھو کو اپنی خیریت سے مطلع کرتا اور ٹرالر والوں کی طرف سے اطمینان دلاتا رہا تھا۔ لیکن آج شب عمران کی اسکیم کے مطابق اُن دونوں کو جزیرے میں پہنچنا تھا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ حملہ کدھر سے کیا جائے۔ دونوں نے غوطہ خوری کا لباس پہنا اور پانی میں اُتر گئے۔ اُن کے ہاتھوں میں پانی میں روشن ہونے والی ٹارچیں بھی تھیں۔

وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر اس پوائنٹ پر پُہنچے جس کا تعین عمران نے ماہی گیری کے دوران ہی میں کر لیا تھا۔

پانی سے وہ خشکی پر چڑھ گئے اور جوزف آہستہ سے بولا۔ "تمہارا اندازہ درست تھا۔ اِدھر پہرے دار نہیں ہیں۔"

"اب تم دو تین گھونٹ پی لو۔" عمران اس کا شانہ تھپک کر بولا۔

جوزف نے فلاسک سے دو تین گھونٹ لئے اور عمران کا شکریہ ادا کر کے بولا "تم بہت اچھے آدمی ہو مسٹر خان۔ تمہارے قریب رہ کر مجھے نہ جانے کیوں اتنا سکون ملتا ہے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہا تھا۔ یہ ایک تنگ سا

درہ تھا جس کی دوسری جانب کا علم انہیں نہیں تھا۔

"اگر درے کے دوسرے سرے پہ پہرہ دار ہوئے تو۔" عمران آہستہ سے بولا

"اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مسٹر! پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ انہوں نے مجھے صرف ایک عمارت تک محدود رکھا تھا۔"

"اچھا تو تم یہیں ٹھہرو۔ میں آگے جا رہا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے مسٹر خان۔ ہم دونوں ساتھ چلے تھے۔" جوزف بولا۔

"اچھا تو پہل کون کرے گا۔"

"یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ میں ہی آگے چلتا ہوں۔" جوزف نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ عمران خاموشی سے اٹھا اور اس کے پیچھے چلنے لگا۔ ریوالور ہولسٹر سے نکال لیا تھا۔ درہ اوپر سے کشادہ تھا۔ اس لئے تاروں کی چھاؤں میں وہ راستہ دیکھ سکتے تھے۔ درے کے اختتام پر پھر چٹانوں کا سلسلہ تھا۔ بالکل ایسا لگا جیسے راستہ ہی مسدود ہو گیا ہو۔

"یہاں تو پوری فوج چھپائی جا سکتی ہے۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" جوزف نے کہا۔ "لیکن ان چٹانوں کے آگے کیا ہو گا۔"

"کچھ بھی ہو۔ بہرحال جزیرہ ہی ہو گا۔" عمران بولا۔

"تم نے مناسب جگہ کا انتخاب کیا تھا مسٹر خان۔ اسی طرف سے بہتر طور پر حملہ ہو سکے گا۔ لیکن پتا نہیں منٹو کے پاس کس قسم کا اسلحہ ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "جگہ ہم نے دیکھ لی۔ اب واپس چلنا چاہیے۔"

وہ واپسی کے لئے مڑے ہی تھے کہ کسی جانب سے ایک فائر ہوا اور وہ بڑی پھرتی سے لیٹ گئے۔

پھر تو چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پوری بٹالین نے انہیں گھیرے میں لے لیا ہو۔

لیکن وہ دونوں اپنے غوطہ خوری کے لباسوں کی وجہ سے تاریکی میں مدغم ہو کر رہ گئے تھے۔ فائرنگ اونچائی سے ہو رہی تھی گولیاں ان کے بہت اوپر سے گزر رہی تھیں۔

"درے کی طرف رینگ چلو۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"تم نے دیکھا، منٹو غافل نہیں ہے۔" جوزف نے کہا اور تیزی سے درے کی طرف مڑ گیا۔ سینے کے بل کھسکتے ہوئے دونوں درے کی جانب بڑھتے جا رہے تھے۔ فائرنگ اب بھی ہو رہی تھی اور عمران سوچ رہا تھا کہ کہیں ٹرالر والے بھی کچھ نہ شروع کر دیں۔ ایسی صورت میں پوری اسکیم پر پانی پھر جاتا۔ درے سے گزر کر وہ پانی میں اتر گئے۔ فائروں کی آوازیں یہاں بھی فضا میں منتشر ہو رہی تھیں۔

وہ غوطہ لگا کر تیزی سے ٹرالر کی طرف بڑھتے چلے گئے اور ایسے وقت ٹرالر پر پہنچے جب وہ وہاں سے لنگر اٹھانے ہی والا تھا۔

"ٹھہرو۔ مسٹر سلواس!" عمران نے کپتان سلواس کو آواز دی۔

"اوہو۔ تم خیریت سے ہو۔"

"ہاں... اور اتنی جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ لنگر مت اٹھاؤ۔"

"کہیں۔ وہ خود ہی ہم پر حملہ نہ کر بیٹھیں۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکتے۔"

"لیکن اچانک فائرنگ کیوں ہونے لگی تھی۔ کیا تم لوگ دیکھ لئے گئے تھے۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا ہی ہوا ہے۔ وہ بہت چوکس ہیں۔ جزیرے میں چاروں طرف پہرہ رہتا ہے۔"

"یہ تو اچھا نہیں ہوا۔" سلواس نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

اتنے میں جوزف نے پیچھے ہٹ کر ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور بٹ والے ٹرانسمیٹر پر کوئی پیغام ریسیو کرنے لگا۔ غالباً اسے اشارہ موصول ہوا تھا۔ منٹو کی آواز تھی وہ اسے کال کر رہا تھا۔

"یس باس! اٹ از جوزف ...!"

"کیا تم بتا سکو گے کہ ٹرالر سے کچھ لوگ جزیرے میں کیوں داخل ہوئے تھے؟"

"میں نہیں بتا سکتا باس! لیکن یہاں خاصی ہلچل پائی جاتی ہے۔ جزیرے میں فائرنگ کی آوازوں سے پریشان ہو گئے ہیں۔ شاید لنگر اٹھا دینے کی تجویز ہو رہی ہے۔"

"انہیں اس حماقت سے باز رکھو۔" مٹّو کی آواز آئی۔ "انہیں سمجھانے کی کوشش کرو کہ پہرے دار چوکس رہنے کے لئے اکثر فائرنگ کرتے رہتے ہیں۔"

"بہت بہتر! میں کوشش کرتا ہوں۔"

"لیکن تم غافل رہتے ہو۔ جوزف! یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

"میں اب اور چوکس ہو جاؤں گا باس۔"

"یہی تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔ اوور اینڈ آل۔"

رابطہ منقطع ہو جانے کے بعد وہ سلواس اور عمران کی طرف متوجہ ہو گیا جو تھوڑے ہی فاصلے پر خاموش کھڑے اُسے گھور رہے تھے۔

"سب ٹھیک ہے!" جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "لنگر مت اٹھاؤ۔"

پھر اُس نے انہیں اپنی اور مٹّو کی گفتگو سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ نہیں چاہتا کہ ٹرالر یہاں سے ہٹے۔"

"اور یہ بھی جانتا ہے کہ ٹرالر ہی کہ کچھ لوگ جزیرے میں داخل ہوئے تھے؟" عمران نے پوچھا۔

"ہاں اُس نے یہی کہا تھا۔"

سلواس نے عمران کو اپنے کیبن کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ جوزف جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ کیونکہ عمران نے چلتے چلتے اُسے وہیں ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

سلواس کسی قدر گھبرایا ہوا سا لگ رہا تھا۔ کیبن میں پہنچ کر سب سے پہلے اس نے شراب کی بوتل نکالی اور ایک بار پھر شکوہ کیا کہ عمران نہیں پیتا۔

"یہ چال سمجھ میں نہیں آئی مسٹر خان۔"

"واقعی سوچنے کی بات ہے!"

"کیا اب وہ خود ہم پر حملہ کرے گا۔"

"اس کا امکان موجود ہے۔"

"تو پھر ہمیں لنگر اٹھا ہی دینا چاہئے۔ ہم اُس کی افرادی قوت سے ناواقف ہیں۔"

"لنگر اٹھا دینے میں یہ قباحت ہے کہ ہم دوبارہ ادھر نہ آسکیں گے۔" عمران نے کہا۔

"یہ بھی درست ہے۔" سلواس سر ہلا کر بولا۔

"جیگوار کی سیکریٹری سے مشورہ کر لو۔"

"ہم صرف احکامات وصول کر کے ان پر عمل کرتے ہیں مسٹر خان۔ ہمیں اس کی اجازت نہیں ہے کہ کوئی مشورہ اپنے طور پر لے سکیں۔"

"بہر حال میں لنگر اٹھا دینے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ اس سے کہیں بہتر یہ ہوگا کہ ہم ہر وقت چوکس رہیں۔"

"تو گویا۔ آج رات ہم سو نہیں سکیں گے۔"

"ہاں مسٹر سلواس۔ عقلمندی کا تقاضا یہی ہے۔"

پھر وہ سچ مچ ساری رات جاگتے ہی رہے تھے۔ لیکن جزیرے کی طرف سے اُن پر حملہ نہیں ہوا تھا۔ عمران اپنے کیبن میں چلا آیا تھا۔ صبح ہی صبح کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اُس نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے جوزف کھڑا تھا۔

"کیا تم بھی جاگتے رہے ہو؟" عمران نے اُس سے پوچھا۔

"سب کا ساتھ دینا ہی پڑا تھا مسٹر خان! کیا میں اندر آ جاؤں؟"

"ضرور ضرور۔" عمران پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

اُسے اس وقت جوزف کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس سے قبل اس کے چہرے پر ایسے تاثرات نظر نہیں آئے تھے۔

"کیا بات ہے۔ تم کچھ پریشان سے نظر آ رہے ہو۔"

"میں واقعی پریشان ہوں۔ رات تمہارے چلے آنے کے بعد کیپٹن سلواس مجھے اپنے کیبن میں لے گیا تھا۔ وہاں تھوڑی دیر تک خود بھی پیتا رہا تھا اور مجھے بھی پلائی تھی اس کے بعد ایک بڑے کیبن میں لے گیا تھا۔ وہاں میں نے ایسا مظاہرہ دیکھا کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مسٹر خان کیا اس ٹرالر پر کچھ بھوت بھی مقید ہیں"۔

"میں نہیں جانتا۔ لیکن تم نے وہاں کیا دیکھا۔"

"تین آدمیوں کو فرش پر ڈال کر ڈنڈوں سے پیٹ رہے تھے۔ لیکن پٹنے والوں کے چہروں پر چوٹ کھانے کے "اثرات نہیں تھے۔ پھر انہیں تلواروں سے دکھنا جانے لگا۔ میں کیا بتاؤں مسٹر۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ تلواریں چٹانوں پر لگ کر اُچٹ رہی ہوں۔ تب مسٹر سلواس نے مجھ سے کہا "کیا یہ تین افراد اس جزیرے پر قبضہ نہیں کر سکتے"۔

عمران نے طویل سانس لی۔ "پھر وہی پتھر کے آدمی"۔ جوزف نے کہا "میں نے ایک پتھر کے آدمی کے بارے میں سنا ضرور تھا لیکن دیکھا نہیں تھا۔ ایسے ہی ایک آدمی نے دارالحکومت میں ہنگامہ برپا کیا تھا"۔

"ہاں! مجھے معلوم ہے!" عمران بولا۔

"خیر۔ ! متو نے آج ہم دونوں کو پھر جزیرے میں طلب کیا ہے"۔

"تم نے مسٹر سلوس کو یہ بات بتائی یا نہیں"۔

"انہیں بتا دی ہے۔ انہوں نے کہا ضرور جاؤ۔ بس ناشتے کے بعد ہم روانہ ہو جائیں گے"۔

"اور پھر ہماری واپسی شاید ناممکن ہو گی"۔ عمران بولا

"اور اسی خدشے کے تحت میں نہیں چاہتا کہ متو کے اس مشورے پر عمل کیا جائے"۔ جوزف نے کہا۔

"تب تو وہ سچ مچ ہمیں چور ہی سمجھے گا"۔

"اس سے کیا فرق پڑے گا مسٹر۔ تم آن کی آن میں کھلے سمندر میں پہنچ سکتے ہو"۔

"لیکن پھر ہم جزیرے پر قبضہ کیسے کریں گے"۔

"تمہاری مرضی! میں ہر حال میں ساتھ دوں گا"۔

ناشتے کے بعد دونوں روانگی کے لئے تیار ہو گئے۔ عمران اب بھی یہی سوچ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ وہ خود کس چکر میں پڑ گیا ہے۔ جن لوگوں کی گرفتاری کی فکر میں تھا ... ... اب انہیں لوگوں کے لئے اسے غیر قانونی حرکات میں ملوث ہونا پڑ رہا ہے۔

کشتی پانی میں اتاری گئی اور وہ دونوں جزیرے کی طرف روانہ ہو گئے۔ جس ساحل پر ٹرالر لنگر انداز تھا اُس کی دوسری جانب وہ گھاٹ تھا جس سے وہ اُس جگہ تک پہنچ سکتے جہاں پچھلی بار متو سے ملاقات ہوئی تھی۔

آج ان کی پذیرائی کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ اور وہ سب مسلح تھے۔ یہی نہیں بلکہ اُسی جگہ عمران کا اسلحہ بھی لے لیا گیا۔ اور اس نے چپ چاپ یہ زیادتی گوارا کر لی۔

متو غصے میں تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی برس پڑا۔ اور جب خاموش ہوا تو عمران نے بڑے اطمینان سے کہا "ہاں مسٹر متو! میں نے پچھلی رات جزیرے میں داخل ہونے کی جسارت کی تھی اور میرے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا۔ لیکن ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ آخر تم بیرونی دنیا سے کس طرح رابطہ رکھتے ہو۔ کیونکہ یہاں کسی ساحل پر بھی ہم نے نہ آج تک کوئی کشتی دیکھی اور نہ کوئی اسٹیمر ہی نظر آیا"۔

"تمہیں اس سے کیا سروکار"۔

"محض اس لئے کہ ہم تمہارے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتے تھے۔ اور کچھ نہیں"۔

"ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم بیرونی دنیا سے کس طرح رابطہ رکھتے ہیں۔ جب ہماری تین گن بوٹس تمہارے ٹرالر کے گرد گھیرا ڈالیں گی"۔

"واقعی!" عمران نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"اُن پر ہلکی توپیں اور مشین گنیں نصب ہیں"۔

"اچھی بات ہے مسٹر متو تم اُن گن بوٹوں کا حشر بھی دیکھ لوگے۔ اور پھر ہمیں جزیرے پر قبضہ کر لینے کا بہانہ ہاتھ آجائے گا۔ تم ہماری قوت کا اندازہ نہیں رکھتے۔"

"تم لوگ آخر ہو کیا بلا...؟"

"جدید ترین بحری قزاق۔ اور ہمارا نشانہ صرف اسمگلر رہتے ہیں۔ ہم اُن کی لانچوں پر حملہ کر کے اُن کا مال چھین لیتے ہیں۔"

"میری رائے تم لوگوں کے بارے میں پہلے ہی بہتر نہیں تھی۔ لیکن میرے مشیروں نے مجھے اس بزنس پر آمادہ کر لیا۔ خیر میں دیکھوں گا۔ اس وقت تک تمہارا ٹرالر گھیر لیا گیا ہوگا۔ اگر یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ چلو۔"

"میں تیار ہوں مسٹر متو۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

متو اٹھتا ہوا جوزف سے بولا۔ "تم بھی آؤ غدار۔ تمہارے منہ سے شراب کی بو آرہی ہے۔ تم ان لوگوں سے مل گئے ہو۔"

پھر اُس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ جوزف کو بھی غیر مسلح کر دیا جائے لیکن جوزف نے بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹ کر ریوالور نکال لیا۔

"تم میری توہین نہیں کر سکتے مسٹر متو۔ کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ ویسے میں وعدہ کرتا ہوں کہ بغیر ضرورت اس ریوالور کو استعمال نہیں کروں گا۔"

وہ سب خاموش کھڑے رہے۔ آخر متو خشک سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "اچھا جوزف منگو نڈا یہی سہی! لیکن یاد رکھنا کہ میرے نشانہ باز بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔"

جوزف نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور متو نے کہا۔ "ریوالور ہولسٹر میں رکھ لو۔ متو اپنی زبان سے نہیں پھرنا جانتا۔"

وہ سب واچ ٹاور پر پہنچے یہاں سے دور دور تک کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ اور عمران نے سچ مچ دیکھا کہ ٹرالر کو تین چھوٹی گن بوٹوں نے گھیرے میں لے رکھا ہے

"کیا میں دوربین بھی پیش کروں مسٹر خان۔" متو نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ضرور۔ ضرور۔۔ مسٹر متو۔ شکریہ!" عمران مسکرا کر بولا۔

دوربین اُسے دی گئی۔ اور اُس نے دیکھا کہ ٹرالر کے عرشے پر صرف تین عدد قد آور افراد کھڑے ہوئے ہیں۔

عمران نے دوربین متو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم بھی دیکھو مسٹر متو۔"

متو نے دوربین لے کر ٹرالر پر نظر ڈالی اور متحیرانہ آواز میں بولا۔ "یہ کیا... عرشے پر صرف تین آدمی کھڑے ہیں۔"

"اور یہی تین تمہاری گن بوٹوں کو ٹھکانے لگا دیں گے۔ تم جدید ترین بحری قزاقوں کی تکنیک سے واقف نہیں ہو۔"

"بکواس ہے۔"

"خود ہی دیکھ لوگے۔ اب دوربین اپنے ہی پاس رکھو۔ کیونکہ میں تو جانتا ہی ہوں کہ اب کیا ہوگا۔"

"اوہ۔ وہ تینوں پانی میں کود گئے۔ اُن پر اب مشین گن سے فائرنگ ہو رہی ہے... ارے... یہ کیا... یہ کیا ہوا...؟" متو نے بوکھلا کر دوربین آنکھوں سے ہٹا لی اور عمران کو اس طرح دیکھنے لگا جیسے وہ دوسری دنیا کی کوئی مخلوق ہو۔

"کیا بات ہے...!" عمران نے مسکرا کر پوچھا۔

"ایک گن بوٹ اُلٹ گئی۔"

"تینوں کا یہی حشر ہوگا۔ مسٹر متو۔ وہ تین۔ تین ہزار کے لئے کافی ہیں اور اب ... اور اب۔۔!"

اچانک عمران نے مسٹر متو کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اُس کی گُدّی سے لگا دیا۔ اور بولا۔ "مسٹر متو۔ اپنے ان آدمیوں سے کہو کہ فوراً غیر مسلح ہو جائیں ورنہ تمہارا مغز فضا میں بکھر جائے گا۔"

متو نے بے بسی سے ہاتھ اٹھا دیئے اور اپنے پانچوں آدمیوں سے غیر مسلح ہو جانے کو کہا۔ انہوں نے اپنے ریوالور فرش پر ڈال دیئے۔

"اور جرابوں میں اُڑسے ہوئے چاقو بھی..." عمران نے کہا۔

واقعی اُن کی جرابوں میں چاقو موجود تھے۔ پھر عمران نے جوزف سے اردو میں کہا۔ "اے شبِ دیجور کے بچے کھڑا منہ کیوں دیکھ رہا ہے۔ سارا سامان سمیٹ لے۔" اس بار وہ اپنی اصل آواز میں بولا تھا۔ جوزف کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا

"جلدی کر......"

وہ بوکھلا کر اُن کا اسلحہ سمیٹنے لگا۔ اُس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں اور ایسا لگتا تھا جیسے وہ بحالتِ بیداری کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

"اس طرح مسٹر منتو" عمران نے کہا "جزیرے پر ہمارا قبضہ ہوگیا۔ اگر تم بات نہ بڑھاتے تو اس کی نوبت نہ آتی"

منتو تھوک نگل کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔ اُدھر بقیہ دونوں کشتیاں بھی اُلٹ دی گئی تھیں اور ان کا عملہ پانی میں غوطے کھا رہا تھا۔ پھر ٹرالر سے مسلح افراد ساحل پر اترنے لگے۔ اور وہ تینوں بھی تیرتے ہوئے ساحل ہی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

دفعتہً منتو بولا۔ "انہیں روکو کسی تدبیر سے۔ میں کشت و خون نہیں چاہتا۔ شکست تسلیم کرتا ہوں"

"اچھا تو پھر ٹاور سے اترو۔ اور اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ ہتھیار ڈال دیں"

"چلو۔ جلدی کرو۔ میرا ہر آدمی بیحد قیمتی ہے" منتو نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ واچ ٹاور سے نیچے اُتر آئے۔

منتو نے واقعی جلدی کی تھی۔ ابھی تک اس کا کوئی آدمی ضائع نہیں ہوا تھا۔ اُس نے اپنی شکست کا اعلان کر دیا۔ اُس کے آدمیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ سلواس بھی جزیرے میں داخل ہوگیا تھا۔ منتو کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔

"مسٹر منتو۔ اگر تم نے صدقِ دل سے ہم سے تعاون کیا تو اس جزیرے کے حکمران تم ہی رہو گے" سلواس نے بیحد نرم لہجے میں کہا لیکن منتو کی بھنویں بدستور تنی رہیں۔ اُس نے یہ بھی نہ پوچھا کہ صدقِ دل سے تعاون کی کیا صورت ہوگی۔

"کیا تم میری بات نہیں سن رہے مسٹر منتو" سلواس نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا

"سُن رہا ہوں! پھر بولنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ وہی ہونا ہے جو تم چاہو گے۔ لیکن اتنا بتا دوں کہ یہ قانون کی حکمرانی کا زمانہ ہے اور بحری قزاق اس طرح سرکاری زمینوں پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ میں جزیرے کی لیز ادا کرتا ہوں"

"اس کے باوجود بھی ساری دنیا میں وہی ہوتا ہے جو ہم چاہتے ہیں" سلواس نے اکڑ کر کہا اور عمران کی طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے اپنے قول کی تائید چاہتا ہو۔

لیکن عمران نے دوسری طرف مُنہ پھیر لیا۔ وہ بہرحال قانون کا محافظ تھا اور ایسی کسی بیہودہ بات کی تائید نہیں کر سکتا تھا۔

"بہرحال" سلواس بولا۔ "مسٹر منتو تم ہماری نگرانی میں اس جزیرے پر حکومت کر سکو گے"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم اپنے مقاصد کے حصول کے لئے بھی جزیرے کو استعمال کرو گے" منتو نے کہا۔

"کھلی ہوئی بات ہے مسٹر منتو! لیکن نہیں، تمہاری تجارت سے بھی کوئی غرض نہ ہوگی۔ ہم اس میں سے اپنا حصہ طلب نہیں کریں گے"

"تو پھر یہاں کیا کرو گے؟"

"تمہیں ہر طرح کا تحفظ دیں گے۔ اور تمہارے اُس مال کی حفاظت کا بھی ذمہ لیں گے جو تم یہاں سے اسمگل آؤٹ کرو گے"

"ہمارے حصہ دار بھی نہیں بنو گے اور یہ سب کچھ بھی کرو گے۔ مجھے اس پر حیرت ہے۔ مسٹر سلواس"

"تم دیکھ ہی لو گے کہ ہم کتنے صادق القول ہیں۔ اور حسبِ وعدہ تمہیں چالیس ہزار ڈالر بھی ادا کر دیں گے"

"تب تو واقعی فرشتے ہو تم لوگ"

"نہیں! ایسا بھی نہیں ہے۔ تم دیکھو گے کہ ہم یہاں کیا کرتے ہیں۔ لیکن تمہارے بزنس میں حارج نہیں ہوں گے"

جوزف اور عمران ٹرالری پر واپس آ گئے تھے۔ جوزف اس سے گفتگو کرنے کے لئے بے چین تھا۔ آخر اس کے کیبن میں پہنچ کر بولا "یہ سب کیا ہو رہا ہے باس۔!"

"میں ان لوگوں کا قیدی ہوں۔"

"وہاں شہر میں تمہاری تلاش جاری ہے"

"کیا فلیٹ اب بھی فوجیوں کے گھیرے میں ہے؟"

"نہیں وہ خود بخود ہٹ گئے ہیں۔ یا پھر ہو سکتا ہے کہ سر سلطان نے کچھ کیا ہو۔"

"بہرحال میں تو قیدی ہوں ان کا۔"

"اور یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے سنگزاد والا اسکینڈل چلایا تھا؟"

"ہاں، یہ وہی لوگ ہیں۔"

"تم کیسے ان کے پھندے میں پھنس گئے؟"

"لمبی کہانی ہے۔ پھر کبھی سن لینا۔ اب تو کسی طرح نکل چلنے کی سوچنی چاہیے۔ اور یہ کام منٹو ہی کے ذریعے ہو سکے گا۔"

"وہ ہمیں کب گھاس ڈالے گا۔"

"اسے قانون کا تحفظ حاصل ہے۔ بظاہر یہاں وہ حکومت کی اجازت سے افیون کی کاشت کرتا ہے۔ اور دوا سازی کا کارخانہ لگا رکھا ہے۔ افیون کے انجکشن بنتے ہیں۔ جو تمام تر حکومت خرید لیتی ہے۔ حشیش کا اس کا اپنا کاروبار ہے جسے وہ وقت آنے پر چھپا بھی سکتا ہے۔"

"لیکن ضروری تو نہیں کہ اب ہمیں جزیرے پر جانے کی اجازت مل جائے۔"

"ہم بغیر غوطہ خوری کے لباس کے اس جگہ تک پہنچ سکتے ہیں جہاں پچھلی بار گئے تھے۔ تمہیں اندازہ تو ہو ہی گیا ہو گا۔"

"مجھے اندازہ ہے باس!"

"لیکن جزیرے میں بھی پہنچ کر ہم منٹو کو کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔ لہٰذا فی الحال صبر سے کام لو۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا باس! قسمت نے ہمیں کس طرح ملایا ہے۔"

"چرس نے ملایا ہے۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تو چرس کے چکر میں پڑ جائے گا۔"

"میں کیا کرتا باس، سلیمان دن رات دماغ چاٹتا رہتا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"کہتا تھا۔ کوئی اور نشہ پکڑو ورنہ مر جاؤ گے۔ اسی نے تو شیدی جمال سے ملایا تھا۔"

"تو نے یہ بات وہیں کیوں نہیں بتائی تھی۔"

"بس کیا بتاؤں باس۔ اس مردود کی مروت میں نہیں بتائی تھی۔"

"خیر میں دیکھوں گا۔" عمران نے کہا اور تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا "میں سوچتا ہوں کہ واپس جا کر کیا کروں گا۔ ان سے قریب رہ کر تو شاید کچھ کر بھی سکوں۔"

"کسی نے دروازے پر دستک دی اور عمران نے اونچی آواز میں کہا "آ جاؤ۔" آنے والا کیپٹن سلواس تھا۔ دونوں اٹھ گئے۔

"مسٹر خان، تمہارے لئے خوش خبری ہے؟" اس نے مسکرا کر کہا۔

"کیسی خوشخبری۔"

"تمہیں اس جزیرے کا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔"

"سوال تو یہ ہے کہ گورنر وہاں کرے گا کیا۔"

"منٹو کو قابو میں رکھے گا اور اس کام کی نگرانی کرے گا جو ہم وہاں شروع کرنے والے ہیں۔ کام کی نوعیت تمہیں بعد میں معلوم ہو جائے گی۔"

"میرے ساتھ اور کتنے آدمی ہوں گے۔"

"صرف وہی تینوں جنہوں نے گن بوٹس ڈبوئی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔ اور جوزف بھی میرے ساتھ ہوگا۔"

"تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ لیکن اُس سے پہلے تمہیں سیکریٹری صاحبہ سے گفتگو کرنی پڑے گی۔ وہ فون پر تمہاری منتظر ہیں۔ لہذا میرے کیبن میں چلو۔"

عمران نے جوزف کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔ اور خود سلواس کے ساتھ چل پڑا سلواس اُسے کیبن میں چھوڑ کر خود باہر چلا گیا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر کا ہیڈ فون کانوں پر چڑھایا اور سوئچ آن کر کے کلارا ڈکسن کو کال کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کلارا ڈکسن کی آواز سنائی دی اور عمران نے کہا "تمہاری خواہش پوری ہوگئی یعنی جزیرے پر قبضہ کر لیا گیا۔"

"اور اب یہ جزیرہ تمہارے چارج میں دیا جا رہا ہے۔"

"میں وہاں کیا کروں گا۔"

"تم وہاں ہمارے مفادات کی نگرانی کرو گے۔ مثلاً منتو نے وہاں ایک نئی عمارت بنوائی ہے لیکن وہاں اُس کی مشینوں کی بجائے ہماری مشینیں لگیں گی اور اُن کی تنصیب تمہاری نگرانی میں ہوگی۔"

"لیکن اب میں یہ میک اپ اتارنا چاہتا ہوں۔"

"یہ مناسب نہ ہوگا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ٹرالر کا عملہ تمہیں پھر کس طرح پہچانے گا۔ خود منتو پر رعب نہیں پڑے گا۔ اگر تم اپنی اصلی شکل میں آگئے۔"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ جیگوار کی دھمکی بدستور قائم ہے۔"

"تم بے فکر رہو! میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔"

"تمہیں بھی مجھ سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔"

"یہ تو میں ہی جانتی ہوں۔ تم نہیں سمجھ سکو گے۔ اس لئے اس بات کو یہیں ختم کر دو۔"

"جوزف بھی میرے ساتھ ہی رہے گا۔"

"ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔"

"کیا ٹرالر بھی یہیں موجود رہے گا۔"

"موجود رہے گا اور بدستور جھینگے پکڑتا رہے گا۔"

"اب تم لوگوں کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"سنگزادوں کو صرف جھینگے کھلائے جاتے ہیں۔"

"تب تو یہ علاقہ تمہارے لئے بہت ضروری ہے۔"

"بہت زیادہ۔"

"تم یہاں سے کتنے فاصلے پر ہو...."

"اوور اینڈ آل۔" کہہ کر کلارا ڈکسن نے رابطہ منقطع کر دیا۔ عمران کیبن سے نکل ہی رہا تھا کہ سلواس آندھی اور طوفان کی طرح اندر داخل ہوا۔ اور ہانپتا ہوا بولا۔

"وہ تینوں واپس آگئے ہیں۔"

"کون واپس آگئے ہیں....؟"

"وہی جنہوں نے گن بوٹیں الٹی تھیں۔" سلواس ہانپتا ہوا بولا۔ "اور اُن کے دماغ اُلٹ گئے ہیں۔ پتا نہیں کون سی آتشی چیز انہیں استعمال کرائی گئی ہے۔"

جوزف کو ہنسی آگئی اور سلواس نے اُسے گھور کر دیکھا۔ عمران نے جوزف کو اشارہ کیا کہ خود کو قابو میں رکھے۔ پھر سلواس سے بولا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ جزیرہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب جلدی کرو۔ اور باقاعدہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

سلواس کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ہلکی توپ چلنے کی آواز آئی اور ٹرالر ہل کر رہ گیا وہ کیبن سے نکل آئے۔ ٹرالے سے بھی فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ جزیرے میں شاید پہلے ہی سے مورچے تھے۔ فائرنگ کرنے والے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

سلواس نے فوری طور پر لنگر اٹھا دینے کا حکم دیا اور ٹرالر کھلے سمندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہلکی توپوں کے گولوں سے اُسے خاصا نقصان پہنچا تھا۔ لیکن نچلا حصّہ محفوظ تھا ورنہ غرقابی میں کوئی کسر باقی نہ رہتی۔ ٹرالر پسپا ضرور ہوا تھا لیکن اس پر سے بھی برابر فائرنگ ہو رہی تھی۔

سلواس نے عمران سے کہا۔ "میں جزیرے کو تباہ نہیں کرنا چاہتا ورنہ یہ کوئی

بڑی بات نہ تھی۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن آخر ان تینوں کو کیا ہوا تھا۔"

"خدا ہی جانے۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"خالد منٹو بہت ذہین آدمی ہے۔ اب وہ قانون کو بھی اپنی مدد کیلئے طلب کریگا۔"

"ہرگز نہیں۔" سلواس بولا۔ "وہ کبھی نہ چاہے گا کہ کوئی سرکاری آدمی جزیرے پہ قدم رکھے۔ کیونکہ وہ وہاں حشیش کی کاشت بھی کر رہا ہے۔"

"مسٹر سلواس۔ تم ادھر کے احوال سے واقف نہیں ہو۔ اسلئے کوئی حتمی بات نہ کہو۔"

"میں تو بڑی دشواری میں پڑ گیا ہوں۔ مسٹر خان۔ جیگوار میرے پرزے اُڑا دے گا۔"

"میری موجودگی میں وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ تم مطمئن رہو۔"

"میرے علم و اطلاع کے مطابق تم بھی تو اُس کے قیدی ہی ہو۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہاری بھرپور وکالت کروں گا۔ اگر دلائل قابل قبول ہوں تو وہ مان لیتا ہے۔"

ٹرالر جزیرے سے مار کرنے والی توپوں کی حدود سے نکل آیا تھا اور اب اس کی مرمت کی فکر کی جا رہی تھی۔

"وہ تینوں ہیں کہاں...؟" عمران نے پوچھا۔

"ایک بڑے کیبن میں ناچ کود رہے ہیں۔ پتا نہیں کون سا نشہ استعمال کر بیٹھے ہیں۔"

"کیا وہ تمہاری کمانڈ میں نہیں تھے مسٹر سلواس۔"

"نہیں! انہیں براہ راست ہیڈ کوارٹر سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔"

"اب میرا مشورہ یہ ہے کہ جہاں تمہاری کمین گاہ ہو اُسی طرف نکل چلو۔"

"کیوں؟" سلواس کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"منٹو کو قانون کی حمایت حاصل ہے۔ اگر اس نے کوسٹ گارڈز کو طلب کر لیا تو تم دشواری میں پڑ جاؤ گے۔"

"ہیڈ کوارٹر کی ہدایت کے بغیر میں ان پانیوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔"

"اچھا تو پھر مجھے ایک کشتی دو۔ ہم اور جوزف جزیرے میں جائیں گے۔"

"کیا تم سن نہیں رہے فائرنگ کی آوازیں۔"

"اس کی پروا مت کرو۔ جو میں کہہ رہا ہوں کرو۔ میں منٹو کو دوبارہ جال میں پھانسوں گا۔"

"یہ تم اپنی ذمہ داری پر کرو گے۔"

"بالکل... اور کشتی میں تین چار بوتلیں بھی رکھوا دینا۔"

"اچھی بات ہے۔"

"اور تینوں خبطیوں کو اُسی کیبن میں بند رہنے دو۔ قفل ہرگز نہ کھولنا۔ اگر ہیڈ ارٹر سے کال آئے تو حالات سے آگاہ کر دینا۔"

سلواس نے ایک موٹر بوٹ اُن کے حوالے کی اور وہ ایک سفید جھنڈا لہراتے ئے جزیرے کی طرف چل پڑے۔

"تم خودکشی کر رہے ہو باس۔" جوزف بڑبڑایا۔

"دو تین گھونٹ لے لے۔ عقل ٹھکانے آ جائے گی۔ یہ جھنڈا اُسی وقت تک راتا رہے گا جب تک ہمیں ٹرالر سے دیکھا جا سکے۔ اس کے بعد ہمارا رخ دوسری طرف وگا۔ میں نے احتیاطاً کشتی میں پتوار بھی رکھ لئے ہیں۔"

"تو کیا گھر کی طرف۔"

"ارادہ تو یہی ہے۔ منٹو کے جزیرے کی نشاندہی ہو جانے کے بعد میں اپنی راہ کا ین کر سکتا ہوں۔"

ٹرالر نظروں سے اوجھل ہوا ہی تھا کہ دو عدد اسپیڈ بوٹس نے کشتی کا تعاقب روع کر دیا۔

"یہ کون ہو سکتے ہیں باس۔"

"دو گھونٹ اور لے اور بالکل پروا نہ کر۔"

"لیکن خدارا اب یہ ڈاڑھی ہٹاؤ۔ اپنے چہرے سے۔"

"ابھی نہیں...!"

کشتیاں خاصی تیز رفتار تھیں اور انہوں نے جلد ہی موٹر بوٹ کو آ لیا۔ دونوں کشت
پر مشین گنیں موجود تھیں

"جزیرے کی طرف کشتی موڑ دو" ایک کشتی سے آواز آئی۔

"اب بتاؤ باس" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"دو بھی گھونٹ اور لے اور چین سے بیٹھا رہ" عمران نے کہا اور کشتی کا رُ
جزیرے کی طرف موڑ دیا۔ ایک کشتی اُن کے آگے چل رہی تھی اور دوسری پیچھے۔ لیکن
رُخ اس ساحل کی طرف نہیں تھا۔ جس سے وہ جزیرے پہ آترے تھے۔

"باس یہ تو جھگڑا ہی نظر آتا ہے"۔

"دیکھا جائے گا۔ خود کو قابو میں رکھنا"۔

پچھلی کشتی سے انہیں مائیکروفون پہ ہدایات مل رہی تھیں۔ بہرحال انہیں گھ
گھمار ایک سنگلاخ ساحل تک لایا گیا۔ پھر ہدایت ملی کہ وہ غیر مسلح ہو کر ساحل پ
اتر جائیں۔

"یہ اور بُرا ہوا" جوزف بڑبڑایا۔

"خبردار اپنی بوتلیں کشتی میں نہ چھوڑنا"

اُن کے اترنے سے قبل ہی ایک کشتی سے تین مسلح افراد ساحل پہ اُتر گئے تھ
اُن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔

دونوں کی جامہ تلاشی لی گئی۔ اور پھر انہیں ایک جانب چلنے کو کہا گیا۔ و
خاموشی سے چلتے رہے۔ اور پھر ایک ایسی عمارت میں پہنچا دیئے گئے جسے جیل
ہی کہا جا سکتا تھا۔

لیکن انہیں الگ کمرے میں رکھا گیا۔ آس پاس کے کمروں میں بھی کچھ لوگ
موجود تھے۔

"جو کبھی نہیں ہوا تھا باس آج وہ بھی ہو گیا" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ایک ایک گھونٹ لیتا رہ سب ٹھیک ہو جائے گا"

"پتا نہیں تم نے کیا سوچ رکھا ہے میرے ہاتھوں میں تو کھجلی ہو رہی ہے باس۔"

"میں کہتا ہوں چپکا بیٹھا رہ"

اسی دوران میں کئی افراد آئے اور انہیں دیکھ کر چلے گئے۔ پھر اچانک خالد منٹو
دکھائی دیا اور عمران اس کے کچھ کہنے سے پہلے بول پڑا "تم نے کوسٹ گارڈز سے مدد
طلب کی یا نہیں"۔

"یہ تم پوچھ رہے ہو" اس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں میں ہی پوچھ رہا ہوں۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ میں انہی لوگوں میں سے ہوں میں
ایک سرکاری سراغرساں ہوں اور عرصہ سے ان لوگوں کی حرکات و سکنات کا جائزہ
لیتا رہا ہوں۔ تم نے آج بہت جلد بازی سے کام لیا۔ ورنہ میں ایسی تدبیر کرتا۔۔"

"بس کرو! تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم سرکاری جاسوس ہو"

"خدا ایک منٹ ٹھہرو۔ ان کے فرشتے بھی مجھے پہچان نہ سکیں گے" عمران نے
کہا اور کرنل مکرم والا میک اپ اُتارنے لگا۔

منٹو حیرت سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ ذرا ہی سی دیر میں عمران کی اصلی شکل نکل
آئی۔ اور منٹو بے ساختہ اُچھل پڑا۔

"ہم... میں شاید تمہیں پہچانتا ہوں۔ جزیرہ مہابار میں کئی بار تمہیں دیکھ چکا ہوں
اور شاید مجھے یہی بتایا گیا تھا کہ تم پولیس انفارمر ہو"۔

"شکر ہے۔ مسٹر منٹو کہ تم نے میرے باس کو پہچان لیا"

"تو یہی ہے تمہارا باس"

"ہاں۔ یہی ہے جس کے لئے میں ساری دنیا میں آگ لگا سکتا ہوں"

"بس بس زیادہ جوش میں آنے کی ضرورت نہیں" عمران اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔

"تو یہ تمہارا مشورہ ہے کہ میں کوسٹ گارڈز کو مطلع کر دوں"

"بالکل ورنہ تھوڑی ہی دیر بعد ان خوفناک لوگوں کی دوسری ٹولی جزیرے پہ
لہ آور ہو گی اور تم کسی طرح بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکو گے"

"آخر یہ ہیں کون؟ اور کیا چاہتے ہیں؟"

"تمہارے جزیرے کو اپنے بعض مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی اگر کبھی کوئی چکر ہو جائے تو خود بچ نکلیں اور تم پھنس جاؤ۔"

"کوسٹ گارڈز کی مدد کل سے قبل نہیں پہنچ سکے گی۔"

"خیر تو پھر اپنے واچ ٹاور پر بھی مشین گنیں لگوا دو۔ اور میں اُس ساحل کو سنبھالوں گا جس سے ہم جزیرے پر اترے تھے۔"

منٹو نے دروازہ کھلوا دیا۔ اور انہیں ایک دوسری عمارت میں لایا۔

"لیکن میں تمہارا نام نہیں جانتا۔"

"علی عمران۔ تم کوسٹ گارڈز کو مطلع کرتے وقت میرا حوالہ دے سکتے ہو۔"

"خدا کی پناہ ... تم ... یعنی علی عمران ..."

"بس زیادہ بات چیت کا وقت نہیں ہے۔ فی الحال بچاؤ کی صورت!"

منٹو نے ان دونوں کو اسی ساحل پر پہنچا دیا جہاں واچ ٹاور تھا۔ دونوں ٹاور پر پہنچ گئے یہاں ایک مشین گن اور ایک ہلکی توپ پہلے ہی نصب کر دی گئی تھی۔ عمران دوربین سے چاروں طرف دیکھتا رہا لیکن ٹرالر کی واپسی کے آثار نہ دکھائی تھوڑی دیر بعد منٹو بھی وہاں پہنچ گیا۔ اور عمران کو اطلاع دی کہ اس نے کوسٹ گا کو مطلع کر دیا ہے۔

"لیکن مسٹر عمران! میں اسے بھی پسند نہیں کروں گا کہ کوسٹ گارڈز کا عملہ جز پر قدم رکھے۔"

"حشیش ..." عمران نے کہا۔

"آپ سمجھدار آدمی ہیں۔"

"کیا تم یہاں کوئی نئی عمارت بنا رہے ہو؟"

"ہاں۔ کیوں؟"

"وہ لوگ دراصل اسی عمارت کے لئے تمہارے جزیرے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں

"اس عمارت کے لئے؟" منٹو کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہاں وہ اپنی کچھ مشینیں لگانا چاہتے ہیں۔"

"اوہ۔ اچھا۔ لیکن میرے جیتے جی ایسا ممکن نہیں ہو سکے گا۔"

"فی الحال تو وہ پسپا ہو گئے ہیں۔ تم نے آخر ان کمینوں کو نشر دے دیا تھا۔"

"وہ خود ہی حرص کے لئے سر ہوئے تھے۔ اور پھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد میرے آدمیوں نے فائرنگ شروع کر دی۔"

"خیر فکر نہ کرو۔ اِدھر کا مورچہ میں سنبھالوں گا تم دوسری اطراف کا خیال رکھنا"

"اور اگر تم واقعی مسٹر علی عمران ہو تو میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں۔"

"اور اس کے بعد مجھے بھی جان سے مار دینا کیونکہ میں تمہارے حشیش کے کاروبار سے واقف ہوں۔"

"منٹو کو تم ناشکرا نہیں پاؤ گے۔"

پھر منٹو چلا گیا تھا اور جوزف نے مشین گن سنبھال لی تھی۔ عمران دوربین سے چاروں اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ دفعتاً ٹرالر پھر نظر آیا۔ اس بار اُس پر نصب شدہ توپیں صاف نظر آ رہی تھیں۔ عمران نے جوزف کو مطلع کرتے ہوئے کہا "فوراً جاؤ اور منٹو کو آگاہ کر دو۔ اور ہاں تمہیں وہ جگہ بھی یاد ہے نا جہاں ہماری کشتی رکی تھی۔"

"مجھے یاد ہے باس۔"

"بس تو پھر اُسے دھیان میں رکھنا اس بار حملہ سخت ہو گا اور وہ جزیرے پر قبضہ کر لینے سے باز نہ رہیں گے۔"

جوزف واچ ٹاور سے اُتر گیا۔ دفعتاً ٹرالر سے ایک توپ چلی اور گولا جزیرے پر سے گزرتا چلا گیا۔ لیکن ٹرالر ہلکی توپ کے نشانے پر تھا۔ عمران نے بھی فائر کیا۔ گولا عین ٹرالر پر پڑا تھا۔ لیکن اس کے بعد واچ ٹاور پر ٹھہرنا حماقت ہی ہوتی کیونکہ انہیں بھی ٹارگٹ مل گیا تھا۔ وہ بڑی پھرتی سے نیچے اترا اور اُسی عمارت کی طرف دوڑ لگا دی جہاں منٹو کو چھوڑا تھا۔ وہ اور اس کے دوسرے آدمی جوزف کی معیت میں اُسی طرف

بڑھے آرہے تھے۔ ان کے ساتھ سب مشین گنیں اور ہلکی توپیں تھیں۔ انہوں نے ساحل پر مورچے سنبھال لئے اور فائرنگ کرنے لگے۔ اتنے میں واچ ٹاور ٹوٹ کر نیچے آرہا۔ جوزف اور عمران پچھلی صف میں تھے۔ جنگ زوروں پر آئی تو عمران نے جوزف کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔

"جتنی جلدی ممکن ہو۔ اپنی کشتی تک پہنچنے کی کوشش کرو۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "اب میں اُن کے ہاتھ نہیں لگنا چاہتا۔

پھر انہیں اس جگہ تک پہنچنے میں خاصی تگ و دو کرنی پڑی تھی جہاں ان کی کشتی لنگر انداز تھی۔ وہ دونوں کشتیاں بھی موجود تھیں جو انہیں گھیر کر وہاں تک لائی تھیں ان پر سے انہیں خاصا ایندھن بھی مل گیا اور وہ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب تو ہو گئے۔ لیکن فی الحال کھلے سمندر میں نکلنے کی ہمت نہ کر سکے۔ کیونکہ ٹرالر سے برسنے والی گولیوں سے محفوظ رہنا مشکل ہو جاتا۔

"یہ بڑی بات ہوئی باس! مٹھو مجھے ذرا اچھا نہیں لگتا تھا۔" جوزف بولا۔

—

مٹھو اور اس کے جزیرے کا جو حشر بھی ہوا ہو۔ وہ دونوں شہر پہنچ گئے تھے۔ سلیمان عمران کے سر میں چمپی کر رہا تھا۔ اور جوزف گلرخ کو بتا رہا تھا کہ کس طرح اس کے شوہر نامدار نے اسے چرس کے راستے پر ڈال دیا تھا۔

"ادھر تم اتنے بھولے بھالے ہو کہ اس کے کہنے میں آگئے تھے۔"

"ام کیا کرتا سالا ہر وقت چرس چرس نشہ کرتا تھا۔"

"اب تو مزہ معلوم ہو گیا۔"

اُدھر عمران اُس سے باز پرس کر رہا تھا۔ "کیوں بے تجھے یہ کیا سوجھی تھی۔"

"سالے کا منحوس جیسا چہرہ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔"

"کہیں تو بھی تو ...!"

"شامت آئی ہے میری۔ یہ شیطان کی خالہ مجھے زندہ چھوڑے گی۔ لیکن صاحب میں کسی دن کیپٹن فیاض کے سسر کی گردن ضرور مروڑ دوں گا۔"

"کیوں کیا ہوا؟"

"جب دیکھئے دھرے ہوئے ہیں اس فرمائش کے ساتھ کہ پھر ویسی ہی کافی پلا دے کہ دنیا سے بیگانہ ہو جاؤں۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔ پھر گلرخ کیا کرتی ہے۔"

"میاں صاحب کو میرے حوالے کر کے کوٹھی چلی جاتی ہے۔"

"کب سے نہیں آئے۔"

"آج بھی فون آیا تھا کہ کسی وقت پہنچ جاؤں گا۔"

"آنے دے۔ دیکھا جائے گا۔ آج میں انہیں کافی پلوا کر کسی ڈسٹ بن میں ڈلوا دوں گا۔"

"اور ایک صاحبہ ہیں جو فون پہ بور کرتی رہتی ہیں۔"

"اُن سے تو کسی قسم کی بدتمیزی نہیں کی۔"

"صورت دیکھے بغیر بدتمیزی کیسے کرتا۔ آپ بھی کمال کرتے ہیں جناب۔"

"جناب کے بچے تیری حرکتیں اب ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہیں۔"

"بس تو پھر بیوہ کر دیجئے گلرخ کو۔"

"نہیں تو آپے سے باہر ہو رہا ہے۔"

"اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔ "سنا ہے آپ واپس آگئے ہیں۔

"تمہارا کیا حال ہے؟"

"اب ٹھیک ہوں۔ کیا آپ سے ملنے آسکتا ہوں۔"

"فلیٹ کا رخ بھی نہ کرنا۔ میں خود ہی کہیں مل لوں گا۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔"

ریسیور رکھا ہی تھا کہ پھر گھنٹی بجی اس بار جیگوار کی آواز سنائی دی

"تم ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ بچ نکلے ہو۔"

"فی الحال تو میں یہی سمجھنے پر مجبور ہوں۔"

"کلارا ڈکسن کہاں ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔ لیکن منٹو کے جزیرے کا کیا بنا۔"

"کوسٹ گارڈز نے اس کی حشیش کی کاشت کا پتہ لگا کر اُسے گرفتار کر لیا ہے لیکن کان کھول کر سُن لو۔ اگر تم نے ہمارے اڈے کی نشاندہی کی تو ایک بہت بڑے قومی خسارے سے تمہیں دو چار ہونا پڑے گا۔" اور مجھے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کلارا ڈکسن کہاں ہے۔"

"وہ میرے ساتھ تو نہیں تھی۔"

"تم نے اسے متاثر کیا ہے۔"

"اس میں بھی میرا قصور نہیں ہے۔"

"اگر تین دن کے اندر اندر وہ یہاں نہ پہنچی تو پھر تم اپنا حشر دیکھنا۔"

"یار کیوں خواہ مخواہ دھولنسا رہے ہو۔"

"یہ پہلی اور آخری وارننگ ہے مسٹر عمران۔"

عمران کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ رابطہ منقطع ہو گیا۔ طویل سانس لے کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اور سلیمان بولا۔ "کیا آ رہا ہے سالا۔"

"کیا تیرا ابھی کوئی سالا ہے۔"

"وہی بوڑھا کھوسٹ۔"

"ابے کیوں شامت آئی ہے۔ وہ ایک معزز آدمی ہے۔"

"اچھی بات ہے تو میں اُس معزز آدمی کو سچ مچ کافی پلواؤں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنا مال مسالا کہاں رکھتے ہیں۔"

"سلیمان جینے کے ڈھنگ کر...!"

"بہت زیادہ جی کر کیا کروں گا۔"

"وہ عورت کون ہے جس کی کالیں آتی ہیں۔"

"نام نہیں بتاتی بس آپ کو پوچھتی رہتی ہے۔"

"لیکن یہ بتا کہ اب جوزف کا کیا بنے گا۔ وہ شیدی جمال بھی پکڑا گیا۔"

"کالے کا دماغ خراب ہوا تھا جو اس کے پیچھے دوڑا گیا تھا۔ مجھ سے کہتا نہ جانے کتنے شیدیوں سے یاد اللہ ہے میری۔"

"اچھا... اچھا اگر اسکی صحت خراب ہوئی تو تیری بھی مٹی پلید ہو جائے گی۔"

"پہلے کب نہیں تھی جواب ہو جائے گی۔"

"گلرخ!" عمران نے آواز دی اور وہ دوڑی آئی۔

"جی صاحب۔"

"اس مردود نے ایک سائیڈ بزنس بھی کر رکھا ہے تجھے اس کا علم ہے یا نہیں۔"

"میں کیا جانوں صاحب۔"

"چرس کے گاہک بنا کر چرس فروشوں سے کمیشن وصول کرتا۔"

"ہائے اللہ تبھی تو میں کہوں کہ یہ روز رات کو سیر بھر قلاقند کہاں سے آتی ہے۔"

"کیوں بے!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"اللہ دیتا ہے۔ خود تو چرسی نہیں ہوں۔"

"سُن رہی ہے۔"

"میں جا رہی ہوں کوٹھی۔ بڑے سرکار سے فریاد کروں گی۔"

"یہ کیا گھپلا کر دیا صاحب۔"

"ابھی بے شمار گھپلے تیرے منتظر ہیں۔"

"میں شہر ہی چھوڑ دوں گا۔"

"پاتال سے بھی نکال لاؤں گی۔ ذرا شہر سے باہر قدم نکال کر تو دیکھ۔"

پھر فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔ اس بار اس نے شہلا چوہدری کی آواز سنی۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ ملے تو۔"

"کوئی خاص خبر..."

"اب ایک دوسری لڑکی میرا تعاقب کرتی ہے۔"

"یہ آخر لڑکیاں کیوں تمہارے پیچھے پڑ گئی ہیں۔"

"کچھ کیجئے عمران صاحب۔ میں بہت خائف ہوں۔"

"اچھی بات ہے میں دیکھوں گا۔ ہاں کیا ڈاکٹر فوزیہ اب بھی وہیں مقیم ہے"

"کیوں نہیں۔ بھلا وہ کہاں جائے گی۔"

"اور آپ کے ڈیڈی کا کیا حال ہے۔"

"بدستور خوفزدگی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ اعصاب زدہ سمجھ لیجئے۔ میری
میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

"کیا اس پر اسرار آدمی کی کال پھر آئی تھی۔"

"جی نہیں! عرصہ سے اس نے کوئی بات نہیں کی۔ اور ضرورت بھی کیا ہے جبک
سارے مطالبات پورے ہو رہے ہیں۔"

"یعنی موڈل کالونی والی کوٹھی بدستور فوزیہ کے قبضے میں ہے اور تمہارے وا
اخراجات کا بار بھی اٹھا رہے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"فوزیہ کو کچھ کیس بھی ملے۔"

"جی ہاں اس کی خاصی پبلسٹی بھی ہوئی ہے۔ کلینک بھی خاصا چل رہا ہے۔"

"اس سلسلے میں آپ کے والد کی بھی خاصی واہ واہ ہو رہی ہو گی۔"

"کیوں نہیں۔ اب تو وہ ان کے ساتھ ڈنر کرنے بھی جاتی ہے۔ آج ہی رات
ٹپ ٹاپ۔ نائٹ کلب میں دیکھ لیجئے گا۔"

"اس اطلاع کا بہت بہت شکریہ۔ میں ضرور دیکھوں گا۔"

"لیکن مجھ سے کب مل رہے ہیں۔"

"اگر وہ لڑکی اسی طرح تعاقب کرتی رہی آپ کا تو کسی نہ کسی دن ضرور ملاقات ہو جائیگی۔"

"میں نے فی الحال گھر سے نکلنا ہی ترک کر دیا ہے۔"

"یہ آپ کو بہت پہلے کرنا چاہئے تھا۔"

"پھر کب مل رہے ہیں۔"

"پہلے ذرا ایک نظر ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پر بھی ڈال لوں۔"

"ہاں یہ بہتر رہے گا۔ خدا را کسی طرح ہماری عزت بچائیے۔"

"اللہ نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا۔"

عمران نے رابطہ منقطع کر کے کیپٹن فیاض کے گھر کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے اس کی بیوی کی آواز آئی۔ اور عمران نے آواز بدل کر پوچھا۔ "کیا شبلی صاحب تشریف رکھتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ آپ کون صاحب ہیں؟"

"عبدالغنی بھائی۔" عمران نے کہا۔

"بہتر ہے ہولڈ آن کیجئے۔"

اور پھر جب شبلی فون پر آیا تو عمران اپنی اصل آواز میں بولا۔

"غیر حاضری کی معافی چاہتا ہوں جناب۔"

"ارے واہ۔ یار... کہاں سے بول رہے ہو۔" شبلی کی چہکار سنائی دی۔

"گھر سے"

"تو پھر میں آ رہا ہوں۔"

"میں منتظر ہوں۔" عمران نے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔ اور گلرخ کو آواز دی۔

"جی صاحب۔" وہ کمرے میں آ کر بولی۔ "کیا بیوہ کر دیا مجھے۔"

"ابھی نہیں! فی الحال وہ شریف آدمی آ رہا ہے۔ اور ہم دونوں ساتھ کافی پیئیں گے۔"

"میں تو چلی کوٹھی کو۔"

"بکواس مت کر۔ سلیمان کو یہاں بھیج دے۔"

"انہوں نے اُسے دیکھ لیا تو پاگل ہو جائیں گے۔"

"تیرے مزے ہو جائیں گے میں اُسے پاگل خانے بھجوا دوں گا۔"

"مجھے تو آپ جہنم میں بھجوا دیں گے۔" سلیمان کمرے میں داخل ہو کر بولا "میں باہر جا رہا ہوں۔ آپ کی تو سیٹڑے جاؤں۔"

"دفع بھی ہو کسی صورت سے۔"

"میں اُس خبیث بوڑھے سے الرجک ہوں۔"

"جاتا ہے یا نکالوں پستول۔"

"جا رہا ہوں۔ لیکن سیکنڈ شو دیکھ کر واپس آؤں گا۔"

پھر عمران اٹھا ہی تھا کہ وہ جھپٹ کر باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد شبلی نے دروازے پر دستک دی تھی۔

"آئیے آئیے۔" عمران لہک کر بولا۔ "دراصل پچھلی بار میں فیاض کے خوف سے فرار ہو گیا تھا۔ اُس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر آپ کے ساتھ کہیں دیکھا گیا تو یہ میرے حق میں بہتر نہ ہو گا۔"

"اور تم مرعوب ہو گئے۔"

"بسا اوقات مجھے اُس سے دبنا ہی پڑتا ہے۔ ورنہ میں تو بس کیا عرض کروں۔"

"بھئی عمران صاحب کافی..."

"ضرور ضرور..."

"اُس دن تو ایسی شاندار نیند آئی تھی۔"

"وہ میں رات کو سونے سے قبل پیتا ہوں۔ غلطی سے بن گئی ہو گی۔"

"ملازمہ طرحدار رکھ چھوڑی ہے۔"

"میرے باپ کی منہ بولی بیٹی ہے۔ لہٰذا شبلی پلیز۔"

"مجھے افسوس ہے۔ اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔"

"شکریہ شبلی صاحب۔"

"مگر یار تم کہاں بھاگے بھاگے پھرتے ہو۔"

"پیٹ کے دھندے ہیں شبلی صاحب! ایک تو تمہارے داماد سلمہٗ جواب ڈپٹی ڈائرکٹر ہو گئے ہیں۔ خواہ مخواہ میری جان کو آئے رہتے ہیں۔ عربی لباس والی بات والد صاحب تک پہنچا کر ہی دم لیا۔"

"بے بی کہہ رہی تھی کہ تم بھی تو اُسے پریشان کرتے رہتے ہو۔"

"تنگ آمد بہ جنگ آمد۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ہاں تو مادام فوریل والی بات کا کیا رہا۔"

"وہ دونوں ہی اس پر تیار نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ یتیم خانے سے کوئی بچہ لا کر پال لیں گے۔"

"اور اگر پلا پلایا چاہتے ہوں تو بندہ حاضر ہے۔ اپنے والدین تو مجھے کبھی بھی اچھے نہیں لگے۔"

"اے کیوں ہونق پنے کی باتیں کرتے ہو۔"

"آپ دراصل میرے حالات زندگی سے واقف نہیں۔"

"ہائیں، ابھی تک کافی نہیں آئی۔"

"بس آئی۔" کہہ کر عمران نے گل رخ کو آواز دی۔ بہر حال کافی بھی آ گئی اس کے ساتھ شاید سلیمان کے کیشن والی قلاقند بھی تھی۔

"تمہارے یہاں ایک خوفناک آدمی بھی رہتا ہے۔" شبلی نے کہا۔

"ارے نہیں! وہ تو بڑا بے ضرر آدمی ہے۔ نیگرو ہے۔ میرا ملازم۔"

"پچھلی بار اس نے بڑی دہشتناک باتیں کی تھیں۔"

"نشے میں رہا ہو گا۔ خیر آپ کافی پیجیے۔ اس کے بعد تفریح کا پروگرام رہے گا۔ آج ٹپ ٹاپ میں بڑا زوردار فلور شو ہونے والا ہے۔"

"یار تمہاری ہی وجہ سے تو میں یہاں رک گیا ہوں۔ ورنہ کبھی کا چلا گیا ہوتا۔"

"آخر آپ نے کیا دیکھ کر فیاض سے اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیا تھا۔"

"پرانے زخموں کو نہ کریدو۔ میری اہلیہ فیاض کی خالہ تھی۔"

"اوہو، تو آپ فیاض کے خالو بھی ہیں۔"

"یار ختم کرو اس قصے کو۔"

"لیکن میرا قصہ ختم ہو جائے گا۔ اگر اب فیاض نے آپکو میرے ساتھ دیکھ لیا۔ لہٰذا میں بصورت مبدل آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

"یعنی میک اپ میں۔" شبلی نے کہا۔ "لیکن عورت بننے کی ضرورت نہیں۔"

"کہئے تو آپ کی شکل بھی تبدیل کر دوں۔ پھر عیش کرتے پھریں سارے شہر میں۔"

"یار اگر ایسا کر سکو تو کیا کہنے۔"

"ہپی بنا دوں۔ عیش مکمل عیش! غیر ملکی ہپی لڑکیاں! ارے باپ رے۔"

"ہائیں! عمران۔ اس طرح آپے سے تو باہر نہ ہو۔"

"بس یہی ٹھیک ہے۔"

"کوئی ہمیں پہچان نہیں سکے گا۔"

"بات تو تب ہے کہ ہم ہی ایک دوسرے کو نہ پہچان سکیں۔" عمران چہک کر بولا۔

"مجھے منظور ہے۔" شبلی خوش ہو کر بولا۔

اور پھر شام ہوتے ہوتے دونوں کے حلیے بدل گئے تھے۔ شبلی چالیس سال سے زیادہ کا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اُن کے لباس صاف ستھرے تھے۔ صرف سر اور چہرہ ہپی ازم کی زد میں آئے تھے۔ اُدھر عمران نے روشی کو فون کر دیا تھا۔ کہ اس کے لئے ایک خاصا دلچسپ جانور دریافت کر لیا گیا ہے۔ اس لئے وہ ٹھیک آٹھ بجے ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پہنچ جائے۔

لیکن روشی نے فون پر جواب دیا۔ "تم خود آؤ میرے فلیٹ تک۔ یہیں سے کہیں چلیں گے۔ میں تنہا کہیں نہیں جاتی۔"

"اچھا۔ تو آٹھ بجے دو ہپی پہنچ جائیں گے۔ سب سے کم عمر ہپی کو تو تم پہچانتی ہی ہو۔"

"زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں۔ بس آٹھ بجے پہنچ جانا۔"

عمران نے رانا پیلس گاڑی کے لئے فون کیا اور ایک سال خوردہ سی جیپ منگوائی۔

ساڑھے سات بجے تک وہ بھی پہنچ گئی تھی۔ لیکن سلیمان ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔

وہ دونوں روانہ ہو گئے۔ شبلی کچھ اور زیادہ بچہ بن گیا تھا۔ بات بات پر قہقہے لگا رہا تھا

"لیکن میری گرل فرینڈ سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کرنا۔" عمران نے اس سے کہا۔ "خطرناک عورت ہے۔ تمہارے لئے دوسری تلاش کر دی جائے گی۔"

"میں یاروں کا یار ہوں تم دیکھ ہی لوگے۔" شبلی بولا۔

ویسے عمران کا اندازہ تھا کہ وہ زیادہ تر عورتوں کے خواب دیکھتا رہا ہے۔ اگر کوئی بے تکلف عورت قریب آگئی تو گھگھی بندھ جائے گی اس کی۔ وہ شبلی کو سبق بھی دینا چاہتا تھا۔ اسی لئے روشی کو منتخب کیا تھا۔

ٹھیک آٹھ بجے وہ روشی کے فلیٹ میں جا پہنچے تھے۔ روشی نے بھی ہپیوں ہی جیسی وضع والی وگ پہن رکھی تھی۔ دونوں سے لہک کر ملی اور پھر مستقل طور پر شبلی کے سر ہو گئی۔ عمران نے مسٹر چھپکلی کہہ کر تعارف کرایا تھا اور شبلی اتنا بے شدھ ہو رہا تھا کہ تصحیح کرنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔

روشی بار بار اُسے اوہ ڈیئر چھپکلی کہتی اور وہ ریشہ خطمی ہو جاتا۔ اور عمران کو ایسی احسانمند نظروں سے دیکھتا۔ جیسے والدین کے بعد اُسی نے اس کے لئے کچھ کیا ہو۔

"کون سی پیتے ہو۔ ڈیئر...." روشی اس کا شانہ تھپک کر بولی۔

"اب کہاں ملتی ہے۔" شبلی بوکھلا کر بولا۔

"میرے فلیٹ میں ملتی ہے۔ اب بھی۔ مہمانوں کے لئے رکھتی ہوں۔"

"نہیں ابھی نہیں" عمران بوکھلا کر بولا۔ "ابھی ذرا گھومیں پھریں گے۔ ٹپ ٹاپ میں کھانا کھلائیں گے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" شبلی بھی بولا۔

"اچھا ڈیئر چھپکلی۔"

"اوہو۔ میرا نام شبلی ہے۔"

"مگر مجھے تو چھپکلی ہی اچھا لگتا ہے۔" روشی اٹھلائی۔

"اچھا، تم بھی کہو۔" شبلی نے بچکانہ سا قہقہہ لگا کر کہا۔

عمران کو بہت دنوں بعد محظوظ ہونے کا جتنا موقع ملا تھا اسے ضائع نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ روشنی کو بھی اسی کھٹارا جیپ میں بٹھا کر وہ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب لے گئے۔ یہاں ابھی بہتیری میزیں ایسی نظر آ رہی تھیں۔ جن پر ریزرویشن کارڈز نہیں تھے۔

انہوں نے بھی ایک میز سنبھال لی اور روشنی نے کہا "گھر ہی سے پی آئے ہوتے تو بہتر تھا۔ یہاں تو نہیں ملے گی۔"

"تم بھی پینے لگی ہو؟" عمران نے پوچھا۔

"جب سے بند ہوئی ہے۔"

"آج کل ذرا احتیاط رکھا کرو۔" شبلی نے کہا اور وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی

"کوئی اور بات کرو۔"

اتنے میں فلور شو شروع ہو گیا۔ پھر عمران نے شہباز چوہدری اور ڈاکٹر فوریل کو ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے دیکھا۔ اور خاموشی سے شبلی کی طرف متوجہ ہو گیا جو روشنی سے گفتگو میں مصروف تھا۔

اب عمران وہاں سے اُٹھ جانا چاہتا تھا۔ اس نے روشنی کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا "میں کچھ دیر کے لئے غیر حاضر ہونا چاہتا ہوں۔"

"کیوں کیوں؟" شبلی بول پڑا۔

ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ اگر مجھے دیر ہو جائے تو روشنی کے ساتھ اُس کے فلیٹ میں چلے جایئے گا۔ میں واپسی پر آپ کو لے لوں گا۔"

"واہ یہ کیا بات ہوئی۔"

"فکر نہ کرو ڈیئر میں تمہیں کھا نہیں جاؤں گی۔" روشنی شبلی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی "ویسے اب ہم کھانا کھائیں گے۔ عمران کے حساب میں۔"

عمران نے پرس سے کئی بڑے نوٹ نکال کر روشنی کے حوالے کئے اور اُٹھ گیا۔

یہاں سے وہ سیدھا اسی عمارت میں جانا چاہتا تھا۔ جہاں ڈاکٹر فوریل کا قیام تھا۔

اور یہ بہترین موقع تھا کہ وہ عمارت سے باہر تھی۔ جیپ اس نے روشنی اور شبلی کے لئے چھوڑ دی اور خود ٹیکسی سے ماڈل کالونی کی طرف روانہ ہو گیا۔ عمارت کے عقب میں دیوار کے اس حصے سے تو واقف ہی تھا۔ جسے ڈیڈی کا قاتل بھی استعمال کر چکا تھا۔

ٹیکسی اس نے سڑک ہی پر چھوڑ دی۔ اس کی پروا کئے بغیر کہ واپسی میں دشواری بھی ہو سکتی تھی۔ چکر کاٹ کر عمارت کے عقب میں پہنچا اور بڑی آسانی سے عقبی پارک میں اتر گیا۔ عمارت تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ لیکن اب مسئلہ تھا عقبی دروازہ کھولنے کا۔

اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں تھی عقب سے عمارت میں داخل ہونے کی۔

کچھ کھڑکیاں تھیں لیکن سب کی سب اوپر کی منزل سے تعلق رکھتی تھیں۔ تھوڑی دیر تک وہ عقبی دروازے پر جھک مارتا رہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ تو دوسری جانب سے مقفل تھا۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ سامنے ہی سے کوشش کی جائے۔ وہ دیوار سے لگ کر چلنے لگا۔ عقبی پارک تو تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا لیکن لان پر روشنی تھی اور یہ بھی ممکن تھا کہ ڈیوڈ کے قتل کے بعد سے چوکیداروں کی تعداد میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہو۔ لیکن وہ یہاں آیا ہی کیوں تھا؟ آخر یہاں اُسے کس چیز کی تلاش تھی۔ کیوں تلاشی لینا چاہتا تھا اس عمارت کی۔ اور یہ کیسے باور کر لیا تھا کہ فوریل کی عدم موجودگی میں اب بھی عمارت کی نگرانی صرف ایک ہی چوکیدار کی ذمہ داری ہو گی۔

خیالات میں کھویا ہوا وہ آہستہ آہستہ لفٹ ونگ کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ کوئی سخت سی چیز پُشت سے آ لگی۔ اور ساتھ ہی کہا گیا "اسٹین گن ہے۔ پرخچے اڑ جائیں گے خاموشی سے چلتے رہو۔"

"یعنی یہ بھی نہ پوچھوں کہ میں کہاں آ گھسا ہوں۔" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

"چلو.....!" کمر پر اسٹین گن کا دباؤ بڑھ گیا۔

عمران نے دباؤ کی مناسبت سے رفتار تیز کر دی۔ اور پھر روشنی میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ برآمدے میں تین مسلح پہریدار اور بھی موجود تھے۔

اُسے سیدھا فوریل کے کلینک ہی میں لایا گیا تھا۔ ایک کمرے میں ایک خوبصورت

سی سفید فام لڑکی سے ملاقات ہوئی اور وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی "اوہو۔ یہ کوئی اچکا چور ہے۔ جیب خالی ہو گئی ہو گی"۔

"نہیں محترمہ!" عمران بولا "اس وقت بھی میرے پرس میں ڈھائی ہزار موجود ہیں۔ میں اچکا نہیں بلکہ شاعر ہوں"۔

"تو اس طرح چوروں جیسی حرکت کیوں کی"۔

"شاید یہی دیوار پھلانگ کر آیا ہے" مسلح آدمی بولا۔

"اس سے پہلے یہیں ایک قتل بھی کر چکا ہے۔ اور مقتول کی جیب سے اسے ایک بھاری رقم حاصل ہوئی تھی۔ اسٹین گن مجھے دو اور اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو میں کور کیے رکھوں گی"۔

اُس کے حکم کی تعمیل فوراً کی گئی تھی۔ یہ مسلح آدمی دیسی ہی تھا اور انگلش روانی سے بول سکتا تھا۔ اس نے عمران کے ہاتھ اُسی کی ٹائی سے پشت پر باندھ دیئے اور لڑکی نے اُسے اسٹین گن واپس کرتے ہوئے کہا "تم اپنی ڈیوٹی پر واپس جاؤ۔ میں اسے دیکھ لوں گی"۔

"کیا پولیس کو مطلع کر دوں؟"

"اس کا فیصلہ ڈاکٹر کریں گی۔ ہم اپنی طرف سے کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے"۔

"بہت بہتر مس۔۔!" کہتا ہوا وہ باہر چلا گیا۔

لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازہ بولٹ کر دیا اور عمران سے بولی "تم لاگو ہو گئے ہو!"

"سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا مطلب۔۔۔!"

"نہ آج تمہیں دیکھتا اور نہ دوبارہ دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی"۔

"تم نے مجھے کہاں دیکھا تھا"۔

"تم ایک لڑکی کا تعاقب کر رہی تھیں۔ لیکن میک اپ کے معاملے میں کچی ہو گلوریا ڈکسن اور تمہاری آسان ترین پہچان یہ ہے کہ تم اپنے دستانے کبھی نہیں اتارتیں"۔

"اوہو۔۔۔ تو تم ہو عمران!" وہ یکایک پُر مسرت لہجے میں بولی۔

"میں خود ہی تمہاری مدد نہ کرتا تو تم مجھے ہرگز نہ پہچان سکتیں"۔

"میری خواہش تھی کہ تم فرار ہو جاؤ"۔

"اور میں نے تمہاری خواہش پوری کر دی۔ اب کیا انعام میں ملے گا"۔

"میں تمہارے ہاتھ کھول رہی ہوں"۔

"اور یقین کرو کہ میرے ہاتھوں سے تمہیں کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی"۔

"مجھے یقین ہے"۔

اس نے اسکے ہاتھ کھول دیے اور دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کرتی ہوئی بولی "اب کسی قیمت پر بھی تمہیں نظر سے اوجھل نہیں ہونے دوں گی"۔

"منتوش کے جزیرے کا کیا بنا۔۔۔"

"کوسٹ گارڈز کو طلب کر کے اُس نے اپنی شامت بلوالی اور ہم بھی جزیرے کو استعمال نہ کر سکے۔ وہ گرفتار کر لیا گیا ہے"۔

دوسرے کمرے میں پہنچ کر گلوریا نے کہا "یہاں میک اپ کا سامان موجود ہے اب تم عورت بن جاؤ۔ میں تمہیں ایک بڈ دیئے دیتی ہوں"۔

"پہرے دار کو کیا جواب دو گی"۔

"شور مچا دوں گی کہ تم کھڑکی توڑ کر فرار ہو گئے ہو"۔

"اس کے بعد۔۔۔"

"بعد کی باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔ میں اس زندگی سے تنگ آ گئی ہوں"۔

"لیکن چارہ کیا ہے!"

"تم چاہو تو میں اس جال سے نکل سکتی ہوں"۔

"لیکن تم بھی پتھریلی ہو!"

"باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔ پتا نہیں کب فوریل واپس آ جائے۔ اس کی واپسی سے قبل ہی تمہارے فرار کا غلغلہ بلند ہونا چاہیے"۔

"عورت کا میک اپ میرے بس سے باہر ہوتا ہے۔"

"میں مدد کروں گی اس فن میں بالکل ہی کوری نہیں ہوں۔ بس مستقل طور پر اپنی آواز بدلے نہیں رکھ سکتی۔"

"اچھی بات ہے چلو جو کرنا چاہتی ہو۔ لیکن کیا فوریل میرے بارے میں سوال نہیں کرے گا؟"

"میں کوشش کروں گی کہ اس کا سامنا نہ ہونے پائے۔"

"چلو جو کچھ کرنا چاہتی ہو کرو۔"

پھر سچ مچ عمران تھوڑی دیر میں ایک ادھیڑ عمر عورت بن گیا تھا۔ اسے ایک کمرے میں لٹا دیا گیا تھا۔ اور وہ اسے وہیں چھوڑ کر چلی گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے بھاگ دوڑ کی آوازیں سنیں۔ شاید کلارا نے پہرہ دار کو اس کے فرار کے بارے میں بتا دیا تھا۔ وہ متحیر تھا کہ آن کی آن میں یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ لیکن وہ خاموش پڑا رہا۔ قریباً ایک گھنٹے بعد کلارا واپس آئی تھی۔

"فوریل ابھی تک واپس نہیں آئی۔"

"اور پہرہ دار مطمئن ہو گئے ہیں تمہارے اس اسسٹنٹ سے۔"

"تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔"

"ایک بے حد ذہین عورت۔"

"بس تو پھر سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں فوریل سے بھی نپٹ لوں گی۔"

"کیا وہ واقعی عورتوں کے امراض کی ماہر ہے۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔" کلارا طویل سانس لے کر بولی۔ "لیکن یہاں اس کی موجودگی کا مقصد دوسرا ہے۔"

"میں کیوں پوچھوں کہ مقصد کیا ہے۔ ضروری سمجھو گی تو خود بتا دو گی۔"

"فی الحال اس ذکر کو یہیں رہنے دو۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"تو شہلا نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ پھر کوئی لڑکی اس کا تعاقب کرنے لگی ہے"۔

"ہاں، آج ہی تو میں نے اس سے فون پر گفتگو کی تھی۔"

"کیا واقعی تم اسے چاہتے ہو؟"

"میں نے کہہ دیا کہ یہی سبق میں نے آج تک نہیں پڑھا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ خاندان ملکی قانون کی گرفت میں نہ آنے پائے۔ اور بس...!"

"صرف اتنی سی بات کے لئے... تم..."

"ہاں۔ میں اتنا ہی سنکی ہوں۔"

"لیکن اس لڑکی کے رویئے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمہارا پیچھا کر رہی ہے۔"

"تم خود بتاؤ کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"بس بہت زیادہ منہ نہ لگاؤ۔"

"لیکن تم اس کا پیچھا کیوں کرتی ہو!"

"پہلے بھی تم پر ہی ہاتھ ڈالنے کے لئے کیا تھا۔ اب بھی یہی مطمح نظر تھا۔"

"ایک بات آج تک سمجھ میں نہیں آئی۔ تم بھی سنگلاد ہو۔ لیکن نشیلی ڈارٹ کیسے تمہارے جسم میں داخل ہو گئی تھی۔ تمہیں یاد ہو گا۔ جب پہلے پہل میرے آدمیوں نے تمہیں پکڑنے کی کوشش کی تھی۔"

"مجھے یاد ہے۔ لیکن یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ ہم ہر وقت پتھریلے ہی رہتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ ایک مرکزی مشین ہمیں بوقت ضرورت پتھریلا بنا دیتی ہے۔ جس وقت تمہارے آدمیوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا مجھے موقع ہی نہیں مل سکا تھا اس ریموٹ کنٹرول کو استعمال کرنے کا جو میرے سلسلے میں مرکزی مشین کو حرکت میں لاتا۔ بس تمہارے آدمی کی ڈارٹ گن کام کر گئی تھی۔"

"اوہ... اچھا..."

"دیکھو... ہمارے مغز میں جو دو عدد چھوٹی بڑی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ ہم انہیں کرسٹل کہتے ہیں۔ لیکن پتا نہیں وہ کیسے آلات ہیں۔ بہرحال مشین کے حرکت میں آتے ہی وہ

بھی متحرک ہو کہ میری کھال کے خلیات کو کرسٹلائز کر دیتے ہیں۔ اور میں پتھر کی ہو جاتی ہوں۔ وہ کیفیت رفع ہوتے ہی خلیات پھر اصلی حالت پر آجاتے ہیں۔"

"تو کیا کوئی مرکزی مشین شہر میں بھی موجود ہے۔"

"ہاں یہاں بھی ہے۔ اور ہم جب چاہیں اپنے ریموٹ کنٹرول سے اُسے اپنے لئے حرکت میں لا سکتے ہیں۔"

"تم کب تک روبوٹ بنی رہو گی۔"

"میں اب اس زندگی سے نجات چاہتی ہوں۔ لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے مجھ پر لاکھوں ڈالر صرف ہوئے ہیں خلگے تھے۔ یہ تو اتفاقاً جیگوار کے ساتھ مجھے الجھا دیا گیا۔ ورنہ مجھے تو اسلامیات کی تعلیم اس لئے دی گئی تھی کہ کسی افریقی اسلامی ملک کے سربراہ یا کسی دوسرے ذمہ دار بڑے آدمی کو اپنے خیالات سے متاثر کروں گی۔ اور پھر اس ملک میں وہی ہوگا جو میری تنظیم چاہے گی۔"

"اوہ... تو تم...!"

"ہاں شائد! مجھے مسلمان بھی ہونا پڑتا۔"

"کمال ہے پھر یہاں کیوں جھک مار رہی ہو۔"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ آخر یہ تم لوگ کسی سفید فام کی زبان سے اسلام کی باتیں سُن کر آپے سے باہر کیوں ہو جاتے ہو۔ کیا تمہیں وہ کرنل لارنس بھول گیا۔ جس نے تمہارے اتحاد کے چیتھڑے اڑا دیئے تھے۔"

"کبھی کبھی یاد آجاتا ہے۔" عمران بولا۔ "اُف فوہ۔ کہیں فوریل نہ ٹپک پڑے۔"

"وہ میرے کمرے میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔"

"کیا وہ بھی کرسٹلائزڈ ہے۔"

"نہیں... ! بس اب تم آرام سے سو جاؤ...!"

عمران کو روشی اور شبلی یاد آئے۔ لیکن وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ پھنس گیا تھا بُری طرح۔

اُدھر شبلی بڑی موج میں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار کسی عورت سے سابقہ پڑا ہو۔ روشی بھی اُسے مایوس نہیں کر رہی تھی۔ اتنی ہی سی دیر میں اُسے اُس کی فطرت کا اندازہ ہوگیا تھا۔

"آپ عمران کو کب سے جانتی ہیں مس روشی۔" شبلی نے اچانک سوال کیا اور وہ چونک کر اُسے گھورنے لگی۔

"بہت پُرانی بات ہے۔ اس نے مجھے ایک بڑے آدمی کے پنجے سے رہائی دلائی تھی۔ تب سے وہ ایک بہت اچھا دوست ہے۔"

"دوست تو واقعی بہت اچھا ہے۔"

"تم کب سے جانتے ہو۔"

"زیادہ دن نہیں ہوئے۔ مگر میں اُس کے خلوص کا قائل ہوگیا ہوں۔"

"ہاں واقعی وہ بہت اچھا دوست ہے اتنا اچھا کہ پورے ڈیڑھ سال بعد میں آج اُسے یاد آئی ہوں۔"

"بڑی مصروف زندگی گزارتا ہے۔"

"اب اپنا تعارف بھی کرادو۔ عمران نے تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا۔"

"شبلی، نام ہے۔ جلال آباد کا زمیندار ہوں۔ یہاں آجاتا ہوں کبھی کبھی ایک بار عمران صاحب سے ملاقات ہوگئی۔"

"کبھی غصہ بھی آیا اُس پر۔"

"کئی بار! ایک بار اُس نے مجھے کافی میں بیہوشی کی دوا دلوادی تھی اور پیچھا چھڑا کر فرار ہوگیا تھا۔"

روشی ہنس پڑی اور پھر بولی۔ "وہ ایسا ہی ہے مجھ سے کہہ کر جائے گا بس آیا پندرہ منٹ میں لیکن سال بھر سے پہلے ملاقات نہیں ہوتی۔"

"لیکن آخر یہ شادی کیوں نہیں کرتا۔"

"مسٹر چھپکلی یہ ایک دردناک مسئلہ ہے۔ اسے نہ چھیڑو تو بہتر ہوگا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔"

اتنے میں ویٹر مینو لے آیا۔ اور روشی نے آہستہ سے پوچھا "کیا سافٹ ڈرنک کی بوتل میں بھی نہیں ملے گی؟"

"مل جائے گی جناب۔ لوکاکولا کی بوتل میں سرخ بیئر لیکن آپ اسے بوتل ہی میں اسٹرا ڈال کر پیجئے گا۔"

"یہ ہو جائے گا لیکن تم اس میں تھوڑی سی وہسکی نہیں ملا سکو گے۔"

"نہیں میم صاحب۔ یہاں سے ہی نہیں۔ آپ سرخ بیئر کو کیا سمجھتی ہیں۔"

"اچھا تو پہلے اپنا لوکاکولا ہی لاؤ۔ تم نے ہمیں واقعی بہت خوش کر دیا ہے۔ اور ہاں تلے ہوئے جھینگے بھی لانا۔ اس کے بعد میں الاکارتا سے دیکھ کر فرمائش کروں گی۔"

وہ اپنی پیشانی چھو کر واپس چلا گیا۔

"یہاں شراب بندی ہوئی ہے۔" شبلی برا سا منہ بنا کر بولا۔

"حکومت ہر فرد پر ایک سپاہی مسلط نہیں کر سکتی۔ وہ قوانین بناتی رہتی ہے اور ہم قانون شکنی کے راستے اُسی قانون کے اندر سے نکالتے رہتے ہیں۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔"

"تم کون سی پیتے ہو ڈیئر چھپکلی۔"

"عادی نہیں۔ کبھی کبھار جیسی بھی نصیب ہو جائے۔"

"اگر تمہارے پاس ڈالر یا پونڈ ہوں تو تم ایئرپورٹ کی ڈیوٹی فری شاپ سے بآسانی خرید سکتے ہو۔ کوئی تم سے نہیں پوچھے گا کہ تم کس قوم یا مذہب سے تعلق رکھتے ہو۔"

"خدا کی پناہ مجھے تو علم ہی نہیں تھا۔ میں اسکا تذکرہ اپنے داماد سے ضرور کروں گا۔"

"تمہارا داماد...!"

"کیپٹن فیاض۔ اب اپنے محکمے کا ڈپٹی ڈائرکٹر ہو گیا ہے۔"

روشی نے فیاض کے ذکر پر برا سا منہ بنا کر کہا "بڑے نالائق آدمی کو تم نے اپنی بیٹی دے دی ہے۔ اوّل درجے کا احسان فراموش ہے۔"

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"عمران کی زندگی تلخ کر رکھی ہے اُس نے حالانکہ یہ ساری ترقیاں اُسی کی مرہونِ منت ہیں۔ وہ کیسوں کو حل کر کے انہیں آپ کے داماد صاحب کے حوالے کر دیتا ہے لیکن وہ شخص برابر اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ عمران کو نقصان پہنچ جائے۔"

"مجھے علم نہیں تھا ان حالات کا۔ واقعی فیاض سے بڑا کمینہ پن سرزد ہوا ہے۔"

روشی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ویٹر طلب کی ہوئی اشیاء لے آیا۔ دونوں اسٹرا سے گھونٹ لیتے اور جھینگے کھاتے رہے۔

"واقعی یہ بیئر تو بہت ہی نشیلی ہے۔" شبلی نے کہا۔

"اوہ... ڈیئر میرے پاس وائٹ ہیڈ پیل ایل کا ایک پورا کریٹ موجود ہے۔ گھر چل کر اسے بھی چکھنا۔"

"اچھا۔ اچھا۔ تم مہربان خاتون ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ عمران فیاض ہی کے خوف سے تمہارا میک اپ کر کے ساتھ رکھتا ہے۔"

"تم اس کے بارے میں بہت زیادہ جانتی ہو مس روشی۔"

"کیوں نہ جانوں گی۔ وہ میرا طوطا ہے۔"

شبلی کا دماغ گرم ہونے لگا تھا۔ اچانک چونک کر بولا "وہ گاڑی بھی لے گیا ہوگا۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا تم خاموشی سے عیش کرو۔"

"تو کیا واقعی تم مجھے اپنے گھر لے چلو گی۔"

"نہیں یقین کیوں نہیں آتا۔ ارے عمران کچھ کہے اور میں نہ کروں۔"

"واہ دوستی ہو تو ایسی ہی ہو۔"

"بس وہ صرف دوستی ہی کے قابل ہے۔ ورنہ اُسے تو مجھ سے شادی کرنی پڑتی۔"

"خدایا۔ بات اس حد تک بڑھی تھی۔"

"ہاں مسٹر شبلی۔ میں اب تمہیں چھپکلی نہیں کہوں گی۔ کیونکہ عمران تمہیں پسند کرتا ہے۔"

اتنے میں اچانک شبلی کی گھگھی بندھ گئی۔ کیونکہ کیپٹن فیاض ایک نازک اندام خاتون کے ساتھ ڈائننگ ہال میں داخل ہوا تھا۔

روشی نے بھی اُسے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا سوال کر بیٹھی "کیا یہ تمہاری بیٹی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

"میں اس عورت کو جانتی ہوں فیاض ہی کے محکمے سے تعلق رکھتی ہے۔ رمار یہ نام ہے ہو سکتا ہے آج کل فیاض کی اسٹینو کے فرائض انجام دے رہی ہو۔"

"لیکن بیا سے باہر کیوں ساتھ لئے پھرتا ہے۔"

"ختم کرو اُدھر سے توجہ ہٹالو۔ یہ سب بعد میں سوچنا۔ چلو جلدی سے بوتل ختم کرو تاکہ میں مینو سے بھی کچھ منگوا سکوں۔"

"میرے لئے تو جھینگے کی پلیٹ ہی کافی ہوگی۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں اب سیخوں پر بھنی ہوئی ران منگواؤں گی اور تمہیں میرا ساتھ دینا ہی پڑے گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" شبلی آہستہ سے بولا۔ اُس کا ذہن بُری طرح فیاض میں اُلجھ کر رہ گیا تھا۔

ویٹر نے میز صاف کی اور روشی سے آرڈر لے کر بولا "ڈرنک بھی لاؤں میم صاحب۔"

"نہیں اسکے ساتھ نہیں۔ ویسے کیا تم اس کی چھ بوتلیں میرے لئے پیک نہیں کرا سکو گے۔"

"ہو جائیں گی میم صاحب اور حکم۔"

"بس جاؤ۔"

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کا خون پی لوں۔" شبلی نے کہا۔

"اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں یہاں سے اُٹھا لے جاؤں گی۔"

"خیر جہنم میں جائے پھر کبھی دیکھوں گا۔"

"لیکن اپنی بیٹی سے اس کا ذکر ہرگز نہ کرنا۔ وہ تو بے موت مر جائے گی۔"

"نہیں مجھ سے ایسی غلطی سرزد نہیں ہوگی۔ لیکن مس روشی میرا خون کھول رہا ہے۔"

"خون ٹھنڈا رکھو۔ عمران کے دوست ہو۔"

"وہ مجھے سرے سے آدمی ہی نہیں معلوم ہوتا۔"

"پہلے میرا بھی یہی خیال تھا۔ لیکن وہ بڑا بھرپور آدمی ہے۔ اچھا تم یہیں بیٹھو۔ میں ذرا دیکھ لوں جیپ چھوڑ گیا ہے ہمارے لئے یا نہیں۔" روشی نے کہا اور باہر نکل گئی۔ جیپ موجود تھی۔ اور اگنیشن میں کنجی بھی لگی ہوئی تھی۔ اُس نے کنجی اگنیشن سے نکالی اور پھر ڈائننگ ہال میں واپس آ گئی۔ یہاں ویٹر اس کی طلب کردہ اشیاء میز پر لگا رہا تھا۔ "یہ کام ہو گیا ہے اور ہاں سوفٹ ڈرنکس بھی۔" اُس نے ویٹر سے اور پھر شبلی سے بولی "جیپ موجود ہے۔ ہم کسی وقت بھی روانہ ہو سکتے ہیں۔"

انہوں نے کھانا شروع کر دیا اور دفعتہً شبلی نے کہا۔ "لمبی تڑنگی عورت کو دیکھ رہی ہو۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ گوشت کے پہاڑ بھی کہیں چھپتے ہیں۔"

"وہ ڈاکٹر فوریل ہے۔"

"اوہ۔ اچھا۔ یہ وہی ڈاکٹر فوریل تو نہیں جسکا منیجر ڈیوڈ تھا اور شاید اُسے کسی نے قتل کر دیا تھا۔"

"ہاں وہی وہی۔ لاولد عورتوں کو بامراد بنا دیتی ہے۔ لیکن ہمارے فیاض صاحب اس پر آمادہ ہی نہیں ہوتے۔"

"کیا فیاض لاولد ہیں۔"

"یہ بھی ایک ٹریجڈی ہے۔"

"تو تم ڈاکٹر سے کیوں نہیں رجوع کرتے۔"

"میں نے چاہا تھا لیکن اُسی دوران میں وہاں ایک قتل ہو گیا۔ اور فیاض نے ارادہ ملتوی کر دیا۔"

"یہ تو واقعی بری بات ہوئی ہے۔"

کھانا ختم کر کے روشی نے شبلی سے کہا۔ "کیا بال روم میں چلیں۔"

"مجھے رقص کرنا نہیں آتا۔"

"تو پھر گھر چلتے ہیں۔"

"یہی زیادہ مناسب رہے گا۔ میں وہیں سے گھر فون کر دوں گا کہ ایک دوست کے ساتھ رک گیا ہوں۔"

بل کی ادائیگی کے ساتھ روشی نے حسبِ وعدہ ویٹر کو بھاری ٹپ دی تھی۔

"کیا تمہاری بیوی زندہ ہے؟" روشی نے پوچھا۔

"نہیں، دس سال ہوئے اُن کا انتقال ہو گیا۔"

"مجھے افسوس ہے۔"

دونوں باہر نکلے اور روشی اُسے جیپ کی کنجی تھماتی ہوئی بولی "گاڑی تم ہی چلاؤ گے، میں نے پہلے کبھی جیپ ڈرائیو نہیں کی۔"

اس طرح روشی کو تھوڑا سا اونگھ لینے کا موقع مل گیا۔

اپنے فلیٹ میں پہنچ کر اُس نے شبلی کو وہسکی کی ایک بوتل تھما دی تھی۔ "اسے میں ایسا پینے والا نہیں ہوں۔ پتا نہیں عمران پھر کہاں غائب ہو گیا۔" شبلی نے کہا۔

دوسری صبح عمران نے کلارا ڈکسن کو بتایا کہ اُس کی جیگوار سے گفتگو ہو چکی ہے اور وہ اس کے سلسلے میں سر ہو رہا تھا کہہ رہا تھا کہ اگر چار دن کے اندر اندر اس کا سراغ نہ ملا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

"میں اس کی لاعلمی میں یہاں آ گئی ہوں۔"

"کیا تم نے اپنے مغز سے وہ کرسٹلز نکلوا دیے ہیں؟"

"نہیں تو....!"

"تو گویا تم جب چاہو خطرناک ہو سکتی ہو۔"

"میری مرضی پر منحصر ہے۔ فوریل دراصل یہاں اُسی مرکزی مشین کی نگراں ہے۔"

"کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم اپنی موجودہ زندگی سے خوش نہیں ہو؟"

"میں آزاد ہونا چاہتی ہوں۔"

"کیا میں اس سلسلے میں تمہارے کسی کام آ سکتا ہوں؟"

"تم میرے کسی کام نہیں آ سکتے، لیکن میں تمہارے کام آنا چاہتی ہوں۔"

"وہ کس طرح؟"

"مشو کے جزیرے میں واپس چلو۔"

"وہاں فوج پڑی ہوئی ہے۔"

"ہمیشہ فوج نہیں پڑی رہے گی۔ مشو ذی اثر آدمی ہے جزیرہ اُسے واگذار ہو جائے گا۔"

"چھ ماہ لگ جائیں گے۔"

"جب بھی یہ صورت ہو، تم ہمارے کام آ سکتے ہو۔ دراصل ہم بھی وہاں اپنا ایک چھوٹا سا کارخانہ لگانا چاہتے ہیں۔ البتہ یہ کام تمہاری ہی نگرانی میں بہتر طور پر ہو سکے گا۔"

"بیٹھی انتظار کرتی رہو۔" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر عمران نے کہا "تو اب میں تمہارا قیدی ہوں۔ پہلے جیگوار کا تھا۔"

"قطعی نہیں تم جب چاہو جا سکتے ہو۔"

"فی الحال تو میں ایک فون کال کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور ضرور دس کالیں کرو۔ لیکن کوئی حرکت نہ ہونے پائے۔"

"مجھے جو کچھ بھی کرنا ہوتا ہے للکار کر کرتا ہوں۔"

عمران نے فون پر روشی کے نمبر ڈائیل کیے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

"میرے دوست کا کیا حال ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"ابھی تک بیدار ہی نہیں ہوا۔ پچھلی رات وہسکی کی پوری بوتل صاف کر دی تھی۔"

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"ارے وہ تو عجیب چیز ہے۔" روشی نے کہا اور اُسکو کیپٹن فیاض اور اس کی اسٹینو کے بارے میں بتانے لگی۔

"بوڑھا خطرناک ہے کہیں فیاض سے الجھ نہ پڑے۔ تم اسے سمجھا کر کنٹرول میں رکھنا۔"

"اخاہ تو کیا میں اسے مہینے بھر مہمان رکھوں گی۔"

"اس کا میک اپ تو اتار ہی سکتی ہو۔"

"وہ میں نے پچھلی رات ہی اتار دیا تھا۔ تم بھی تو کمال کرتے ہو۔ پچھتر سالہ بوڑھے کو چالیس سالہ بنا دیا تھا۔"

"اچھی بات ہے جیسے ہی وہ جاگے اس سے کہہ دینا کہ گھر چلا جائے اور اسے میری جیپ ہرگز نہ استعمال کرنے دینا۔"

عمران نے رابطہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد اس نے اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ کال جوزف نے ریسیو کی اور چہک کر بولا۔ "خدا کا شکر ہے تم مل گئے باس صبح سے کئی بار کیپٹن فیاض کی کال آ چکی ہے۔ ان کا پدر نسبتی کہیں گم ہو گیا ہے۔"

"تو نے کیا کہا۔"

"کہتا کیا۔ کہہ دیا کہ باس کئی دنوں سے فلیٹ میں نہیں آئے۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کر کے کیپٹن فیاض کے گھر کے نمبر ڈائل کئے۔ اتفاق سے فیاض گھر ہی پر موجود تھا۔ عمران کی آواز سنتے ہی ڈپٹ کر پوچھا۔ "شبلی خالو کہاں ہیں۔"

"بھیس بدل کر تمہاری ٹوہ میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔"

"ٹھیک ٹھیک بتاؤ عمران یہ بہت سیریس معاملہ ہے۔"

"ہوا کرے میں نہیں جانتا کہ منچلا بوڑھا کہاں ہے اور ہاں تم نے ڈپٹی ڈائرکٹری والی مٹھائی ابھی تک نہیں کھلائی۔"

"آ کر کھا جاؤ میں تین بجے تک گھر ہی پر رہوں گا۔"

"یہ ہوئی نا بات۔"

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو جانے کی آواز آئی اور عمران برا سا منہ بنائے کھڑا رہا۔ اتنے میں کلارا آ گئی اور بولی۔ "تم پھر سے وہی ہپی والا میک اپ کر دو میں

بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ پتا نہیں یکجائی کی یہ مدت کتنی مختصر ہو۔"

"اگر یہ بات ہے تو چلو۔"

"میں وہ تمام جگہیں دیکھنا چاہتی ہوں جہاں جہاں سنگ زاد کو رکھا گیا تھا۔"

"لیکن میں آئی ایس آئی کے ڈائرکٹوریٹ میں نہیں جا سکوں گا۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ اٹھو اور میرا میک اپ کر دو۔"

عمران نے خاصے پُرتفکر انداز میں یہ کام انجام دیا تھا۔

"تمہاری کن کن صلاحیتوں کی تعریف کی جائے۔" وہ میک اپ کرانے کے دوران میں بولی تھی۔ "کیا تم مجھے اپنے فلیٹ میں لے چلو گے۔"

"کیوں نہیں ضرور ضرور۔"

"اور میں وہاں جب تک قیام کرنا چاہوں کر سکوں گی۔"

"بالکل کر سکو گی۔"

"دراصل جیگوار تمہارے چیف ایکسٹو پر قابو پانا چاہتا ہے۔"

"اور ایکسٹو ابھی تک بالکل خاموش ہے۔ ابھی ہم لوگ نچلی سطح پر کام کر رہے ہیں اگر ایکسٹو کو حرارہ آ گیا تو تمہاری یہ ٹیم آن واحد میں ختم ہو جائے گی اور یقین کرو کہ وہ غیر ملکی ایجنٹوں کو گرفتار کر کے مقدمہ چلانے کا قائل نہیں۔ وہ انہیں ختم کر کے دریا برد کر دیتا ہے۔"

"خیر میں اس وقت تمہارے ساتھ ایک دشمن کا سا برتاؤ نہیں کر سکتی کیونکہ میں نے پچھلی رات تمہیں مہمان بنایا تھا۔"

"شکریہ۔ میں بھی تمہارے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں۔"

"میں شاعرہ تھی چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھتی تھی لیکن تلاش معاش مجھے کہاں اور کن حالات میں لے گئی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔"

وہ فوریل کی عمارت سے نکل آئے اور عمران نے سرگوشی کی۔ "اب اسی طرح جھجک

کر چلتی رہو۔ چلنے کا یہ اسٹائل دلکش ہے۔"

"تمہاری ٹیم میں کتنے فیلڈ ورکرز ہیں؟" کلارا نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا! یقین کرو کہ میں ایک قسم کا خبطی ہوں۔ مجھے ملازمت کی ضرورت نہیں لیکن کرتا ہوں اور ملک دشمن عناصر کی سرکوبی کرتے رہنا میرا ایمان ہے۔"

گاڑی فیاٹ الیون ہنڈریڈ تھی۔ کلارا خود ہی اُسے ڈرائیو کر رہی تھی۔

"کیا میں پہلے تمہیں اُس لانڈری میں لے چلوں جہاں سنگز اد کپڑے دھویا کرتا تھا۔"

"بس باہر ہی سے دکھا دینا۔ میں وہاں کسی سے ملنا نہیں چاہتی۔"

"جیسی تمہاری مرضی اب تو تم میری مہمان ہو۔"

"شکریہ! لیکن مجھ سے ہوشیار ہی رہنا۔"

"اسی پر تو حیرت ہے کہ آخر تم اس طرح مجھ پر مہربان کیوں ہوگئی ہو۔ یہ تو میں سوچ ہی نہیں سکتا تھا۔"

"وقت وقت کی بات ہے ڈیئر۔"

"اچھا اگر اجازت دو تو پہلے اپنے ایک دوست کی خیریت دریافت کروں جسے پچھلی رات ایک دوست ہی کے حوالے کر آیا تھا۔"

"ٹھیک ہے پہلے وہیں چلتے ہیں۔"

"آج گرمی ہے دستانے اتار دو۔"

"میں ہمیشہ پہنتی ہوں اس لئے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اچھا میں تمہیں وجہ بتا رہی ہوں ایک ہاتھ کی انگلیاں کچھ بے ہنگم سی ہیں اس لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ دستانے پہنے جائیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔" عمران نے غمناک لہجے میں کہا اور کلارا ڈکسن مسکرا دی۔

اُس نے روشنی کے فلیٹ سے کچھ اِدھر ہی گاڑی رُکوائی تھی۔ اور بولا تھا "میں اوپر جاؤں گا۔ اگر میرا دوست موجود ہوا تو میں اُسے جیپ میں بٹھا کر گھر پہنچاؤں گا۔ تم بس پیچھے چلی آنا۔ اس کے بعد میں تمہیں اپنے فلیٹ میں لے چلوں گا۔ تم اردو اچھی خاصی

بول لیتی ہو۔ اس لئے وہاں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔"

"چلو جاؤ جلدی کرو۔"

عمران نے روشنی کے فلیٹ کے دروازے پر دستک دی دروازہ کھلا لیکن روشنی کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

"خیریت...!" عمران مسکرا کر بولا۔

"پتا نہیں کہاں کہاں کے کاٹھ کباڑ لاکر میرے سر مار دیتے ہو۔ وہ ابھی تک سو رہا ہے۔ کئی بار کوشش کر چکی ہوں۔ واقعی کیپٹن فیاض کا فادر اِن لا ایسا ہی ہو سکتا ہے۔ اگر واپسی پر اسے پوری بوتل نہ پلوا دیتی تو یہ تو پڑوس والوں کے لئے مصیبت بن جاتا۔ کہہ رہا تھا کہ اس کا باپ ابھی زندہ ہے اور اس سے بھی کہیں زیادہ زندہ دل واقع ہوا ہے۔"

"چلو میں اُٹھاتا ہوں اُسے۔" عمران نے کہا۔

شبلی سٹنگ روم کے ایک دیوان پر چت پڑا ہوا تھا۔ اور میک اپ صاف ہو جانے کی وجہ سے لاش ہی لگ رہا تھا۔ عمران نے اُسے بڑی بیدردی سے جھنجھوڑ کر بٹھا دیا

"ارے ارے بھائی۔ یہ کیا کرتے ہو۔ بس نازک است شیشۂ دل در کنار ما۔"

"ہوش میں آؤ۔ ورنہ کچھ دیر بعد فیاض پاگل ہو جائے گا۔ ابھی کچھ ہی دیر قبل اس سے فون پر گفتگو ہوئی تھی۔"

"تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے۔"

"بس ایک ضروری کام یاد آیا تھا۔ وہاں پہنچا اور اُلجھ گیا۔"

"اب میں گھر کیسے جاؤں گا۔"

عمران نے روشنی سے سوڈے کی بوتل طلب کی اور شبلی کو زبردستی پلا دی اور گالوں پر تھپکیاں دیتا ہوا بولا۔ "شاباش اب آنکھیں کھول دو۔ اچھے بچوں کی طرح۔"

"اے تم میرا مضحکہ کیوں اڑا رہے ہو۔" شبلی کو غصہ آگیا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا میں مسٹر اور مسز فیاض کی پریشانیوں کی بات کر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی اخبار میں تلاش گمشدہ کا اشتہار بھی آجائے۔"

"اوہ۔ میرے خدا اس کا تو دھیان ہی نہیں تھا مجھے۔" شبلی کہہ کر جلدی سے اٹھا اور خود کو سنبھالنے لگا۔

ادھر روشی عمران پر گرج برس رہی تھی کہ کیسے غبی آدمی کو میرے سپرد کر گئے تھے۔ جسے بس کھانے پینے کے علاوہ اور کچھ آتا ہی نہیں۔ میں نے کہا تھا چلو بال روم میں کچھ دیر رقص کریں گے لیکن بالکل کورا ہے۔"

"تب تم زیادتی کر رہی ہو۔" شبلی نے کہا۔

"زیادتی عمران کی ہے جو تمہیں چالیس سال کا بنا کر لایا تھا۔ اب مجھ سے تمہارے چہرے کی جھریاں گنی نہیں جا رہیں۔"

"تم جیسی۔ عجیب عورت آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" عمران اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ "کبھی کبھی آتے رہنا۔ روشی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"اپنی بوتل بھی ساتھ لانا۔ میرے یہاں سے ایک قطرہ بھی نہیں ملے گا۔"

"ارے میں آنے ہی کیوں لگا۔ بڑا اچھا برتاؤ کیا ہے نا تم نے میرے ساتھ۔"

"تو اب بدنام بھی کرو گے۔"

"باتیں پھر ہو جائیں گی۔ بس اب تم سے جتنی تیزی ممکن ہو یہاں سے کھسک چلنے میں دکھاؤ۔"

"اس رقم سے کام چل گیا تھا یا اور کچھ دوں۔" عمران نے روشی سے پوچھا۔

"یہ لو اپنے ڈیڑھ سو روپے بچے ہیں۔" روشی نے پرس کھول کر نوٹ نکالے۔

"ارے نہیں انہیں رکھو..." عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "شبلی صاحب نے یہاں بھی تو پی ہوگی۔"

"پوری بوتل صاف کر گئے وہسکی کی۔" روشی نے کہا۔

عمران شبلی کو فلیٹ سے نکال لایا۔ یہاں سے کلارا کی گاڑی نظر آ رہی تھی۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر اسے اشارہ کیا اور شبلی سمیت جیپ میں بیٹھ گیا۔

"کیا گھر پر ہی اتارو گے۔" شبلی نے سوال کیا۔

"پاگل کتے نے نہیں کاٹا مجھے۔ جیل روڈ پہ اتار دوں گا۔ وہاں سے ٹیکسی کر کے گھر

چلے جانا کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ اور تمہارے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ تم راتوں کو گھر سے غائب رہنے کے عادی ہو..."

"یہ غلط ہے۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ یہ بتاؤ تفریح کیسی رہی۔"

"خاصی لیکن یار بڑی جھوٹی عورت ہے مجھے گھر لا کر زبردستی پلوائی تھی اور دیوان پر سلا کر خود اپنی خوابگاہ میں چلی گئی تھی۔"

"اس نے اسی لئے پلوائی تھی کہ اپنی خوابگاہ میں تنہا سو سکے۔"

"ارے تو کیا تم مجھے لفنگا سمجھتے ہو۔"

"ارے نہیں انکل..."

"اب گالی بھی دو گے۔"

"انکل گالی ہے۔"

"بس بس۔ مجھے جیل روڈ پہ اتار دینا میں وہاں سے ٹیکسی لے لوں گا۔"

"لیکن خدارا بھابی کو یہ نہ بتائیے گا کہ فیاض صاحب کی رات کی ڈیوٹی کس قسم کی ہوتی ہے۔"

"تم مجھے بچہ سمجھتے ہو۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"بس اب رحم کیجئے مجھ پہ۔"

"یہیں روک دو۔"

عمران نے جیپ روکی اور شبلی بڑی پھرتی سے کود کر ایک خالی ٹیکسی کی طرف دوڑ گیا۔ اس کی بوکھلاہٹ پر عمران بے ساختہ مسکرا اٹھا۔ پھر اچانک اسے خیال آیا کہ کلارا ڈکسن بھی اس کے تعاقب میں ہوگی۔ تو پھر اسے کہاں جانا چاہئے۔ فلیٹ ہی مناسب رہے گا۔ اس کا رویہ الجھن میں مبتلا کرنے والا تھا۔ دشمن بھی تھی اور مہمان بننے کا ارادہ بھی رکھتی تھی۔

جیپ کا رخ فلیٹ ہی کی طرف رہا۔ اور ذہن الجھا رہا تازہ ترین حالات میں جگوار کی دھمکیوں سے تو یہی ظاہر ہوا تھا جیسے کلارا اس کا ساتھ چھوڑ کر غائب ہوگئی

لیکن کلارا ابھی تک تنظیم سے منسلک معلوم ہوتی تھی۔ ورنہ وہ ان جگہوں کو کیوں دیکھنا چاہتی تھی جہاں سنگزاڈ کو رکھا گیا تھا۔ اور پھر یہ بھی چاہتی تھی کہ وہ شو کے جزیرے میں دوبارہ پہنچ کر اُس کی مدد کرے۔ اس کا مطلب تو یہی تھا کہ اس کا مشن بدستور وہی تھا لیکن جیگوار کے اقتدار سے اختلاف رکھتی تھی... بہرحال اس کا رویہ بیحد پُراسرار اور حیرت انگیز تھا۔ پہلے کبھی عمران کو ایسے کسی دشمن سے مل بیٹھنا نصیب نہیں ہوا تھا جس نے خود کو اتنی لاپرواہی سے اس کے حوالے کر دیا ہو۔

آخر وہ حقیقتاً کیا چاہتی تھی۔ بہرحال اگر اس نے اُس کے فلیٹ ہی میں قیام کرنے کی ٹھان لی تو کیا ہوگا؟ یہی کہہ کر ساتھ ہوئی تھی کہ وہ اس کے فلیٹ میں قیام کرے گی۔ لاکھ میک اپ میں سہی لیکن وہ اُس کے وجود کو فلیٹ میں کس طرح چھپائے گا۔ اپنے ماتحتوں پر بھی ظاہر نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کلارا ڈکسن ہے۔ اور یہ بھی اچھی طرح سمجھتا تھا کہ جیگوار پر اُسی کے توسط سے ہاتھ ڈال سکے گا۔ لہٰذا اس نادر موقع کو بھی ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

فلیٹ کے قریب اس نے جیپ روک دی۔ لیکن سیٹ ہی پر بیٹھا رہا۔ اُسے یقین تھا کہ اب کلارا کی فیاٹ بھی آ کر اس کے قریب ہی رُکے گی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ اُس نے مُڑ کر دیکھا۔ دور دور تک فیاٹ کا پتہ نہیں تھا۔ وہ جیپ سے اتر آیا۔ اور پھر کچھ دیر تک انتظار کرتا رہا۔ مگر کلارا وہاں نہ پہنچی۔

عمران مہپی کے روپ میں تھا مگر رخ اور جوزف اُسے اُسی حلیے میں دیکھ چکے تھے۔ ورنہ وہ فلیٹ کا رُخ ہرگز نہ کرتا۔

دروازہ سلیمان نے کھولا اور عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ ”فرمایئے!

”ہٹ پیچھے...!“ عمران اُسے دھکا دیتا ہوا اپنی اصل آواز میں بولا۔

”ہائیں آپ آپ...!“ وہ بوکھلا کر مزید کئی قدم پیچھے ہٹتا ہوا کراہا۔

”جہرس کے کمیشن ایجنٹوں کی مجلس عاملہ کی صدارت کرنے گیا تھا۔ جلدی سے کافی کے لئے پانی رکھ دے۔“

”کیپٹن فیاض کے فون پر فون آ رہے تھے۔“

”آنے دے پرواہ نہ کر...!“

”بڑے صاحب کا فون بھی آیا تھا۔“

”کب...؟“ عمران چونک کر بولا۔

”کل رات کو... گیارہ بجے...!“

”کیا کہہ رہے تھے...؟“

”جب بھی آپ آئیں۔ سیدھے کوٹھی پہنچیں۔“

”آج دوسرا آنا ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اس وقت وہ آفس میں ہوں گے۔“

سلیمان کچھ کہے بغیر کچن کی طرف چلا گیا۔

عمران میک اپ اتار ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی... ریسیور اٹھایا دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی ”تمہاری نگرانی ہو رہی ہے۔ اس لئے میں نے تمہارے ساتھ فلیٹ میں داخل ہونا مناسب نہیں سمجھا۔“

”ظاہر ہے کہ یہ نگرانی کرنے والے تمہاری ہی تنظیم سے تعلق رکھتے ہوں گے۔“ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

”میں انہیں جیگوار کے آدمی کہتی ہوں۔“

”ایک ہی بات ہے۔“

”میں تم سے پھر ملوں گی۔“

”تمہاری مرضی! میں تمہیں اپنی مہمان بنانے پر تیار ہوں۔“

”فی الحال میں اسے مناسب نہیں سمجھتی۔“

”کیا وہیں واپس جاؤ گی جہاں قیام تھا...“

”ضروری نہیں ہے۔ بہرحال جیگوار کی پہنچ سے دور رہنا چاہتی ہوں۔“

”اس سلسلے میں ہر وقت تمہاری مدد کر سکوں گا۔“

”شکریہ۔“ دوسری طرف سے آواز آئی اور رابطہ منقطع ہو گیا۔ عمران نے

طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اتنے میں گل رخ کافی کی ٹرالی سمیت کمرے میں داخل ہوئی۔

"آ خاہ۔ تو ابھی قلاقند کا سلسلہ جاری ہے۔" عمران نے قلاقند کی پلیٹ کو گھورتے ہوئے کہا۔

نہیں صاحب پہلے کی ہے۔"

"اسے لے جا اور اسی کے منہ پر مار دے۔"

"تو کیا صاحب سچ مچ وہ یہی کرتا ہے۔"

"اب کرے گا تو جہنم رسید ہو جائے گا میں کوئی مدد نہیں کروں گا۔"

"ظاہر ہے صاحب!"

"بس تو اسے سمجھا دے کہ اس قسم کے لوگوں کے قریب بھی نہ دکھائی دے ورنہ میں ہی اس کا انتظام کرا دوں گا۔"

"بڑے صاحب کا فون آیا تھا۔"

"ابھی معلوم کروں گا کہ کیوں آیا تھا۔"

وہ کافی کی چسکیاں لیتا رہا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی پھر بجی...

"ہیلو... !" اس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی۔

"میں گھر جا رہا ہوں۔ جتنی جلدی ممکن ہو تم بھی پہنچ جاؤ۔"

"بہت بہتر جناب!" عمران نے بڑی سعادت مندی سے کہا اور مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ طویل سانس لے کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ رحمان صاحب کی کال کی وجہ سے الجھن میں پڑ گیا تھا۔ لباس تبدیل کر کے آدمی کی جون میں آنے میں پندرہ بیس منٹ لگے۔

نیچے ٹو سیٹر موجود تھی۔ جیپ وہیں چھوڑی اور ٹو سیٹر میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد اندازہ ہو گیا کہ تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اس نے لاپرواہی سے شانوں کو

جنبش دی۔ یہ تعاقب کرنے والا آئی ایس آئی سے بھی متعلق ہو سکتا تھا۔

کوٹھی کے پھاٹک ہی پر چوکیدار نے خصوصیت سے اطلاع دی کہ رحمان صاحب آؤٹ ہاؤز میں ہیں۔

کوئی بہت اہم معاملہ معلوم ہوتا تھا کہ رحمان صاحب نے اقامتی حصے میں ملنے سے گریز کیا تھا۔ وہ سیدھا آؤٹ ہاؤز کی طرف چل پڑا۔ رحمان صاحب مضطربانہ انداز میں ٹہلتے ہوئے ملے۔ عمران پر نظر پڑتے ہی خدوخال میں کرختگی پیدا ہو گئی۔

"بیٹھو... !" انہوں نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

عمران سلام کر کے مؤدب بیٹھ گیا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کسی پرائمری کے طالب علم کی حاضری جلاد قسم کے ہیڈ ماسٹر کی حضور ہو گئی ہو۔

"پروفیسر شکور کے کمرے میں تمہارا کیا کام۔" رحمان صاحب قہر آلود لہجے میں بولے

"پپ پروفیسر... !" عمران ہکلا کر رہ گیا۔

"دینار ہوٹل کے اس کمرے کی بات کر رہا ہوں جہاں کرنل مکرم بے ہوش پایا گیا تھا۔"

"مم میں کچھ نہیں سمجھا۔"

رحمان صاحب نے اپنے بریف کیس سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے دیکھو..."

عمران کی آنکھوں میں پل بھر کے لئے الجھن کے آثار نظر آئے اور مفقود ہو گئے۔ اس نے لفافے سے ایک شیٹ نکالا جس پر انگلیوں کے نشانات کا عکس لیا گیا تھا۔

"یہ تمہاری انگلیوں کے نشانات ہیں۔" رحمان صاحب اسے گھورتے ہوئے بولے۔ "اور یہ نشانات اسی کمرے سے اٹھائے گئے ہیں۔"

عمران طویل سانس لے کر رہ گیا پھر آہستہ سے بولا۔ "سنگزاد کے کیس کا تعلق سر سلطان کے محکمے سے بھی تھا۔"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ تم اچانک اُس کمرے میں کیسے جا پہنچے تھے۔"

"وہ دوسرا معاملہ تھا۔"

"کیسا دوسرا معاملہ...!"

"ڈاکٹر فوریل کے ساتھی ڈیوڈ کے قتل کا معاملہ۔"

"اس کا اِس معاملے سے کیا سروکار...؟"

"میں نے کب عرض کیا ہے کہ اس سے کوئی سروکار ہے۔ وہ تو شہلا چودھری کی وجہ سے میں اُس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔"

"تمہیں ڈیوڈ کے قتل سے کیا سروکار۔ تم تو سر سلطان کے محکمے کے لئے کام کرتے ہو۔"

"بس کیا عرض کروں۔ ہر طرح کی پریشانیاں میری تلاش میں رہتی ہیں۔ پتا نہیں کیسا مقدر لے کر پیدا ہوا ہوں۔"

"بکواس سننے کے لئے میں نے تمہیں نہیں بلایا۔"

"جی دراصل۔ ڈیوڈ کی لاش میں نے ہی دریافت کی تھی۔"

"وہ کس طرح؟"

"کیپٹن فیاض کے خُسر شبلی صاحب مجھے وہاں اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ڈیوڈ ان کا دوست تھا اور وہ اسی کے توسط سے بیگم فیاض کا علاج ڈاکٹر فوریل سے کرانا چاہتے تھے۔"

"شبلی سے تمہارا کیا تعلق...!"

"بس کیا عرض کروں، خواہ مخواہ میرے گلے پڑ گئے ہیں۔ پھر فیاض سر ہو گیا کہ میں ڈیوڈ کے سلسلے میں اس کی مدد کروں۔ چونکہ ڈاکٹر فوریل اور ڈیوڈ شہباز چودھری کے بھی دوست تھے اس لئے میں نے اس گھرانے پر بھی نظر رکھی اور جیسے ہی پروفیسر شکور جیسا پُراسرار کردار شہلا چودھری کے توسط سے سامنے آیا مجھے اس میں دلچسپی لینی ہی پڑی۔ ایک رات اس کی عدم موجودگی میں وینار ہوٹل والے کمرے کی تلاشی لی تھی۔ اور بس نشانات وہاں رہ گئے ہوں گے۔"

"یہ نشانات، آئی ایس آئی والوں نے بھی اٹھائے ہیں۔"

"اٹھائے ہوں گے۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"اور دوسری بات...!" رحمان صاحب اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے "مٹو کے جزیرے میں تمہارا اور جوزف کا کیا کام...!"

"آئی۔ ایم۔ ویری سوری سر... یہ سر سلطان کے محکمے کا راز ہے۔" عمران نے بیحد خشک لہجے میں کہا۔

"اور یہی سب سے زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ آئی۔ ایس آئی والے تمہیں جکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"یہ سر سلطان کا دردِ سر ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"مجھے کرنل فیضی نے اس کی اطلاع دی تھی۔"

"بات سمجھ میں نہیں آتی۔ آخر کرنل فیضی مجھ سے براہ راست گفتگو کیوں نہیں کرتے یہ تو بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نجی شکایت کی بنا پر میرے باپ سے رابطہ قائم کیا گیا ہو۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ وہ لوگ اسے اپنا کیس سمجھتے ہیں۔"

"سمجھا کریں! میں تو اپنے ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ کی بات سنتا ہوں۔"

"تو تم باقاعدہ طور پر...!"

"جی ہاں! اب تو یہی نوکری ہے۔"

"تم مٹو کے جزیرے میں کیسے پہنچے اور وہ حملہ آور کون تھے جن کا سراغ کوسٹ گارڈز کو نہیں مل سکا۔"

"سوال یہ ہے کہ اسمگلنگ کے چکر سے آئی ایس آئی والوں کو کیا سروکار۔"

"نہ ہوتا اگر مٹو ایسے تین افراد کا ذکر نہ کرتا جن پر گولیوں کا اثر نہیں ہوتا تھا اور جنہوں نے گن بوٹیں اُلٹ دی تھیں۔"

"اوہ..." عمران سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

رحمان صاحب اُسے جواب طلب نظروں سے دیکھتے رہے۔ آخر عمران نے کہا

"میں اُن لوگوں کا قیدی تھا جنہوں نے سنگزادوں کا چکر چلا رکھا ہے۔"

"سنو!" رحمان صاحب تیز لہجے میں بولے۔ "مٹو میرے محکمے کی حوالات میں ہے اور میری اُس سے براہ راست گفتگو ہوئی ہے۔ تم حملہ آوروں کی کمانڈ کر رہے تھے۔"

"وہ بکواس کرتا ہے۔ انہوں نے مجھے اُس سے گفت و شنید کرنے کے لئے استعمال کیا تھا۔ کیا اُس نے یہ نہیں بتایا کہ میں نے ہی اُسے کوسٹ گارڈز کو اطلاع دینے کا مشورہ دیا تھا۔ شاید اس نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ جوزف خود اُس کا قیدی تھا اور یہ کہ وہ غر کاری بھی کرتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

عمران انہیں بتانے لگا کہ جوزف کس طرح مٹو کے جزیرے تک پہنچا تھا۔

"اُس نے تمہارے صرف کسی سیاہ فام ملازم کا ذکر کیا تھا۔" رحمان صاحب پوری روداد سن کر بولے۔

"اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ وہ..."

"اس کے باوجود بھی۔" رحمان صاحب اُس کی بات کاٹ کر بولے۔ "تمہارا اُن کا قیدی ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مٹو کے بیان کے مطابق تم میک اَپ میں تھے۔"

"جی ہاں! میں میک اَپ میں تھا۔ اور ان کے ایک کارپرداز کا تعاقب کر رہا تھا کہ ڈارٹ گن چلا کر مجھے بیہوش کر دیا گیا... اور پھر جب آنکھ کھلی تو میں نے خود کو ایک غار میں پایا اور مجھے بتایا گیا کہ میں کن لوگوں کا قیدی ہوں وہ مجھ سے اُس سنگزاد کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جو آئی ایس آئی کے ڈائرکٹر جنرل کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا تھا۔ اس کے بعد ایک مرحلے پر مجھے کھانے میں بے ہوشی کی دوا دی گئی۔ پھر آنکھ کھلی تو اُس ٹرالر پر تھا۔ اور انہوں نے میرا میک اَپ بھی نہیں اتارا تھا۔"

"کرنل فیضی کو اس کہانی پر یقین نہیں آئے گا۔"

"بس اب کرنل فیضی کا ذکر ختم کیجئے۔ میں ان کو جواب دہ نہیں ہوں۔ اور پھر جس حد تک معلومات فراہم کر سکا ہوں ان سے ہر متعلقہ ادارہ بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ آخر وہ

براہ راست مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کرتے۔"

"سنو!" رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "سلطان اس کیس کا فائل بند کر چکے ہیں۔ سنگزاد کی موت کے بعد سے اُنہیں اس کیس سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ لہٰذا تم ابھی اب تک کی معلومات آئی ایس آئی والوں کے حوالے کر کے دستبردار ہو جاؤ۔"

"سر سلطان کی طرف سے ابھی تک مجھے اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہیں ملی۔"

"مل جائے گی۔" رحمان صاحب کسی قدر غضب ناک ہو کر بولے۔

"بس تو پھر میرا کام بھی ختم۔ میں اپنی رپورٹ سر سلطان کو دے دوں گا۔ وہ اُس رپورٹ کو آئی۔ ایس۔ آئی کے ڈائرکٹوریٹ تک پہنچا سکتے ہیں۔ میں کسی کے سامنے حاضر ہو کر بیان نہیں دوں گا۔"

"کرنل فیضی براہ راست تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

"دیکھا جائے گا۔"

"تم آج رات آٹھ بجے سروسز کلب میں اس سے ملو گے۔"

"یہ آپ کا حکم ہے؟"

"یہی سمجھ لو... میں کسی قسم کا انحراف پسند نہیں کروں گا۔"

"بہت بہتر!" عمران نے کہا۔

عمران نے سر سلطان کو اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ اور فلیٹ واپس پہنچا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

جیگوار کی کال تھی۔ اُس نے کہا۔ "اگر تم ہمارے اڈے کی نشاندہی کر بھی دو تو اب تمہیں وہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔"

"میں جانتا ہوں۔ اسی لئے میری رپورٹ بھی وہ نہیں ہے جو ہونی چاہئے تھی۔"

"واقعی سمجھ دار آدمی ہو۔"

"تم آخر مجھ سے کیا چاہتے ہو۔" عمران نے سوال کیا؟

"فی الحال مجھے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ کلارا ڈکسن کہاں ہے؟"

"بڑی عجیب بات ہے کہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔"

"ہاں تم سے ملاقات سے قبل اس کے رویئے میں کبھی پیچیدگی نہیں نظر آئی تھی۔"

"اگر وہ تمہاری ماتحت ہے تو تمہارے رویئے میں ایسی بے بسی محل نظر ہے۔"

"فضول باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔ اُس کا پتا بتاؤ ورنہ بہت بڑے خسارے میں رہو گے۔"

"اگر وہ تم سے بھاگ رہی ہے تو اتنی احمق نہ ہوگی کہ مجھے اپنا پتا بتا دے۔"

"ابھی تین دن کی مہلت باقی ہے۔"

"ٹھہرو۔ رابطہ منقطع نہ کرنا۔" عمران نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔

"آہا تو تم میرا فون نمبر معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ لیکن تمہیں اس میں ناکامی ہوگی۔"

"نہیں! میں تم سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مٹو کے جزیرے کے سلسلے میں مجھے استعمال کرنے میں کیا مصلحت تھی۔"

"سامنے کی بات ہے مسٹر عمران۔" جگوار کے لہجے میں تمسخر تھا۔ "میں تمہیں یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ تمہاری مرضی کے خلاف بھی تم سے کام لے سکتا ہوں۔"

"صرف اسی حد تک۔ مجھے مٹو کے جزیرے میں پہنچا دیا۔ لیکن کیا اس پر تمہارا قبضہ ہو سکا۔؟"

"لیکن وہ مقصد حاصل ہو گیا جو اُس مرحلے کے بغیر ناممکن تھا۔"

"کیا مطلب ... !"

"میں کوسٹ گارڈز کے اُس دستے کو اس کے اصل مقام سے ہٹانا چاہتا تھا وہ مٹو کے جزیرے میں پہنچ گیا۔"

عمران سر کھجا کر رہ گیا۔ اور جگوار بولا۔ "اب کیا خیال ہے۔ اس لئے تمہیں استعمال کیا گیا تھا کہ اگر مٹو اس پر راضی نہ ہو تو تم ہی کوسٹ گارڈز کے اس دستے کو مٹو کے جزیرے کی طرف متوجہ کر دو۔"

"اور مجھے اپنی اس چال سے آگاہ بھی کئے دے رہے ہو۔ گویا اس میں بھی کوئی چال ہے۔" عمران طویل سانس لے کر بولا۔

ایک استہزائیہ قہقہے کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

عمران نے پُر تفکر انداز میں ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس نے سر سلطان کو جو رپورٹ دی تھی وہ اُس بیان سے مختلف نہیں تھی جو رحمان صاحب کو دے چکا تھا وہ کسی طرح بھی اس کا اعتراف نہیں کر سکتا تھا کہ اُسے کرنل مکرم کا رول ادا کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ جگوار کا رویہ چکرا دینے والا تھا۔ آخر وہ حقیقتہً کیا چاہتا ہے۔ اگر مارا جانے والا سنگزاد گرین فائل تھرٹین کے حصول کے چکر میں تھا تو اب جگوار کا طریق کار اس سلسلے میں کیا ہوگا؟ لیکن کیا حقیقتاً وہ صرف گرین فائل تھرٹین کا قضیہ تھا یا اس کی آڑ میں کسی اور مقصد کے حصول کی کوشش کی جا رہی تھی۔ جگوار کا طریق کار زمانہ قدیم کے عیاروں کا سا لگ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اُس میں سر کھپاتا رہا پھر لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ آج شب کو آٹھ بجے کرنل فیضی سے ضرور ملے گا۔ اور اب تو اسے اس کی بھی پرواہ نہیں رہ گئی تھی کہ اس کا تعاقب کون کون کر رہا ہے۔

کچھ دیر آرام کرنے کے لئے سٹنگ روم سے اُٹھ ہی رہا تھا کہ پھر فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو ... !" اس نے ریسیور کریڈل سے اُٹھایا۔ دوسری طرف سے کیپٹن فیاض کی آواز آئی۔

"میں تمہارا منتظر ہوں۔"

"تمہارے خسر صاحب ملے یا نہیں ..." عمران نے چہک کر پوچھا۔

”آ گئے ہیں۔ پچھلی رات کسی دوست کے یہاں رہ گئے تھے۔ تم کب آ رہے ہو مٹھائی کھانے۔“

”آج مشکل ہے۔ کل سہی۔“ عمران نے کہا۔ ”ویسے کوئی خاص بات ہو… تو بتاؤ…!“

”ڈیوڈ کا مسئلہ…!“

”یار فیاض مجھے مت گھسیٹو اس معاملے میں۔ تمہارے خسر صاحب مجھے وہاں گھسیٹ کر لے گئے تھے۔“

”تم ملو تو۔ تمہارے لئے کسی الجھن کا باعث نہیں بنوں گا۔“

”اپنی سیکریٹری ماریا کے بارے میں تو…“

”عمران پلیز… شٹ اپ!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

ساڑھے سات بجے شب کو وہ فلیٹ سے باہر نکلا اور ٹو سیٹر سنبھالی۔ سر درسز کلب تک پہنچنے میں دس بارہ منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوئے تھے۔

اُسے اس میز تک پہنچا دیا گیا جو کرنل فیضی کے لئے مخصوص تھی۔ کرنل فیضی ابھی نہیں آیا تھا۔ آٹھ بجنے میں صرف دس منٹ رہ گئے تھے۔

ٹھیک آٹھ بجے وہ دکھائی دیا اور سیدھا اُسی میز کی طرف چلا آیا۔ عمران نے اُٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”قبلہ والد صاحب کی ہدایت کے مطابق۔“

”شکریہ مسٹر عمران! کچھ ہی دیر پہلے مجھے آپ کی رپورٹ سر سلطان کے توسط سے ملی ہے۔“

”بس اُس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہنے کو…!“

”میں اس کارپرداز کے متعلق معلوم کرنا چاہوں گا۔ جس کا تعاقب کرتے ہوئے آپ ان کے قیدی بن گئے تھے۔“ کرنل فیضی نے کہا۔ اور ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی لانے کی ہدایت کی۔

”اس کے بارے میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتا کہ وہ ایک بار کلارا ڈکسن کے ساتھ دکھائی دیا تھا… کلارا ڈکسن کے کیس سے تو آپ واقف ہی ہوں گے۔“

”جی ہاں… وہ سائیکو مینشن سے نکل گئی تھی۔“

”بہر حال اُس کا وہ ساتھی دوبارہ دکھائی دیا تو فطری طور پر میں اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کے ٹھکانے کا سُراغ لگانے کے لئے ضروری تھا کہ اس کا تعاقب کرتا۔“

”کسی کی ڈارٹ گن کے شکار کس طرح اور کہاں ہوئے تھے۔“ کرنل فیضی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

عمران کی کھوپڑی ناچ کر رہ گئی۔ لیکن اُس نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”نیشنل پارک کے پاس اُس نے گاڑی روکی تھی اور اتر کر پارک میں چلا گیا تھا میں نے بھی ٹیکسی رُکوائی اور اس کے پیچھے چل پڑا۔ وہ پارک کے ایک ویران گوشے میں پہنچا وہیں کسی نے عقب سے مجھ پر ڈارٹ گن چلائی تھی۔“

”اس کا مطلب یہ ہوا مسٹر عمران کہ آپ دھوکا کھا گئے تھے۔ یعنی وہ خود ہی آپ کو اُس ویران گوشے میں لے گیا تھا کہ…“

”جی ہاں۔ اور کیا۔“ عمران جلدی سے بولا۔

کرنل فیضی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اور اُس نے کہا۔ ”آپ کے جو کارنامے میرے علم میں ہیں۔ مسٹر عمران اُن کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ… خیر چھوڑیئے۔“

”میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“

”میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آپ سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ آپ اس طرح دھوکا کھا جائیں گے۔“

”تو پھر یہ بکواس ہی ہو گی…؟“ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

”مسٹر عمران…“

”یس کرنل فیضی…!“

”آپ ان غاروں کی نشاندہی نہیں کر سکتے جہاں آپ کو لے جایا گیا تھا؟“

”یقیناً نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجھے علم نہیں کہ کس طرح وہاں پہنچا تھا۔“

"اور پھر انہوں نے آپ کو اپنے راستے سے ہٹا دینے کی بجائے آپ سے سفارتکاری کرانے کی ٹھان لی۔ آپ کو منٹو کے جزیرے میں بھجوایا۔ حالانکہ وہ یہی کام اپنے ہی کسی آدمی سے لے سکتے تھے۔"

"بالکل ٹھیک!... لیکن اُن کا کوئی آدمی منٹو کو یہ مشورہ نہ دے سکتا کہ وہ کوسٹ گارڈز کی مدد طلب کرے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کوسٹ گارڈز کا وہ دستہ کہاں متعین تھا جو بالآخر وہاں سے منٹو کے جزیرے میں منتقل ہو گیا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا مسٹر عمران...!"

"انہیں منٹو یا اُس کے جزیرے سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ دراصل وہ کوسٹ گارڈز کے دستے کو اس کے اصل مقام سے ہٹانا چاہتے تھے۔"

"آپ بڑے وثوق سے یہ بات کہہ رہے ہیں۔!"

"اس لئے کہ سامنے کی بات ہے۔ انہیں مجھے قتل کر دینا چاہئے تھا لیکن انہوں نے مجھ سے سفارتکاری کرائی۔ منٹو اپنی غیر قانونی حشیش کی کاشت کی وجہ سے کوسٹ گارڈز کو جزیرے میں ہرگز نہ طلب کرتا خواہ اُس پر کچھ گزر جاتی۔ یہ کام میں ہی کر سکتا تھا۔"

"بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ مسٹر عمران۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ کوسٹ گارڈز کا دستہ جس پوائنٹ سے آیا تھا اس کی کیا اہمیت ہے۔"

"معلوم کئے بغیر میں بھی نہ بتا سکوں گا۔" کرنل فیضی نے طویل سانس لے کر کہا۔ ویٹر کافی لے آیا تھا۔ عمران اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور کرنل فیضی نے کسی قدر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تو کھانے کا وقت تھا۔ میں نے کافی طلب کر لی۔"

"کھانے کی خواہش نہیں ہے۔" عمران نے کہا اور پیالیاں سیدھی کرنے لگا۔ پھر وہ

خاموشی سے کافی پیتے رہے تھے۔ کرنل فیضی کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔

"آپ کے لئے معلومات فراہم کر کے میں بری الذمہ ہوا۔" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میرے محکمے نے سنگزاد کی موت کے بعد اس کیس کا فائیل بند کر دیا ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے مسٹر عمران کہ اس مرحلے پر ہم آپ کی مدد کے بغیر کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔"

"اچھا تو بتائیے کہ گرین فائیل تھرٹین کی کیا اہمیت ہے۔"

"اگر وہ ہمارے کسی دشمن کے ہاتھ لگ جائے تو کئی ملکوں سے ہمارے تعلقات خراب ہو جائیں۔"

"یعنی وہ ممالک جو اقوام متحدہ میں ہماری حمایت کرتے ہیں غیر جانبدار ہو جائیں گے۔"

"اس سے بھی زیادہ مسٹر عمران۔ ٹاپ سیکرٹ فائیل ہے۔"

"اور وہ اس کی تاک میں ہیں۔"

"اسی بنا پر ہمیں سوچنا پڑ رہا ہے کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن کا شبہ ہمیں پہلے ان پر تھا۔"

"ہیں تو وہی۔ لیکن ان کا سربراہ ڈبل ایجنٹ ہو سکتا ہے۔" عمران نے پر تفکر لہجے میں کہا۔

"یعنی دوسرے کیمپ سے بھی اُس کا رابطہ ہو سکتا ہے۔" کرنل فیضی چونک کر بولا۔

"بالکل ہو سکتا ہے۔ کرنل صاحب! اور اب تو ایسے فری لانسرز بھی پیدا ہو چکے ہیں جو ایک ملک کے راز چرا کر دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتے۔"

"ہاں مجھے علم ہے...."

"بہرحال آپ معلوم کیجئے کہ منٹو کے جزیرے میں بھیجا جانے والا دستہ کہاں متعین تھا۔"

"ابھی کوسٹ گارڈز کے ہیڈ کوارٹر چل کر معلوم کریں گے۔" کرنل فیضی نے کہا۔

"تو گویا آپ چاہتے ہیں کہ میں فیلڈ میں رہوں۔"

"بالکل چاہتا ہوں مسٹر عمران۔"

"تب پھر میرے محکمے سے باقاعدہ طور پر اجازت دلوائیے۔"

"یہ بھی ہو جائے گا۔ آپ فکر نہ کیجئے۔" فیضی نے کہا۔ "فی الحال ہم کوسٹ گارڈز کے ہیڈ کوارٹر تک چلیں گے۔"

"جیسی آپ کی مرضی!"

کافی ختم کر کے وہ اٹھ گئے۔ کرنل فیضی نے مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی گاڑی کلب کی کمپاؤنڈ میں چھوڑ کر اُس کی گاڑی میں چلے۔ عمران نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔

کرنل فیضی خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور عمران اُس کے برابر والی سیٹ پر تھا۔ تھوڑی دیر بعد کرنل فیضی بولا۔ "یہ پورا معاملہ میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"ہونا ہی چاہئے! غالباً آپ کو علم ہو چکا ہوگا کہ وہ آرمی ہیڈ کوارٹر کے ہیلی کوپٹرز کو بھی استعمال کرتے رہے ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن اب اسے ناممکن بنا دیا گیا ہے۔ ہم نے ان کے ایجنٹوں کو پکڑ لیا ہے۔"

"میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ وہ ہمیں احساس بے بسی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔" عمران نے پرتفکر لہجے میں کہا۔ "ورنہ اسپائی ورک میں پبلسٹی کو کیا دخل۔ ہم شروع ہی سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ صرف اپنی پبلسٹی کر رہے ہیں۔ پہلے سنگزاد... پھر گرین فائیل تھرٹین کا معاملہ اگر انہیں وہ فائیل چاہئے تھا تو خاموشی سے اُسے چوری کرا لینے کی کوشش کرتے۔"

"یہی تو سب سے بڑی الجھن ہے۔"

"یہ بالکل ہی نئے قسم کی سائینٹفک جنگ ہے۔ اگر یہ بڑے پیمانے پر پھیل جائے تو پوری قوم کو احساس بے بسی میں مبتلا کر سکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ منٹو کے جزیرے والا معاملہ اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔"

"واقعی مسٹر عمران ہم نے اس پہلو پر تو غور ہی نہیں کیا۔"

"اب کیجئے۔"

گاڑی ساحل کی طرف جانے والی سڑک کے ایک سنسان حصے سے گذر رہی تھی اچانک انہیں آگے ایک گاڑی نظر آئی جو بائیں جانب سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا جس سے کسی آدمی کا آدھا دھڑ نیچے لٹکتا دکھائی دے رہا تھا۔

کرنل فیضی نے اس کے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی اور مضطربانہ انداز میں بولا "شائد وہ مر چکا ہے۔"

دونوں گاڑی سے اتر کر اُس کار کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ کرنل فیضی لڑکھڑا کر گر پڑا۔ پھر عمران نے بھی اپنی گردن میں تیز قسم کی چبھن محسوس کی اور یہی سوچتے کہ سچ مچ ڈارٹ گن سے سابقہ پڑ گیا تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ دونوں پر بے آواز ڈارٹ گن سے فائر کئے گئے تھے۔

پھر پہلے عمران ہی ہوش میں آیا تھا۔ کرنل فیضی دوسرے بستر پر غافل پڑا تھا۔ اچھی خاصی سجی سجائی خوابگاہ تھی۔ عمران نے بستر سے اتر کر دروازہ کھولنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوا۔

پھر واپس آ کر بستر پر بیٹھ گیا اور پُرتشویش نظروں سے کرنل فیضی کو دیکھنے لگا۔ پہلے سوچا کہ اسے بیدار کرنے کی کوشش کرے۔ پھر اسے نامناسب سمجھ کر باتھ روم کی راہ لی۔ اور ابھی باتھ روم ہی میں تھا کہ کرنل فیضی کو چیخ چیخ کر دروازہ پیٹتے ہوئے سُنا۔ اُس کے اناڑی پن پر وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

باتھ روم سے نکلا تو فیضی اُسے دیکھ کر پہلے تو دم بخود رہ گیا۔ پھر غصیلے لہجے میں بولا۔ "اس حرکت کا مطلب!"

"سبحان اللہ! تو آپ مجھے اس حرکت کا ذمہ دار سمجھ رہے ہیں۔" عمران مسکرا کر بولا۔

"تم اسی طرح مطمئن نظر آ رہے ہو۔"

"میں فیلڈ ورکر ہوں کرنل۔ ٹیبل ورک نہیں کرتا۔ آئے دن اس قسم کے مراحل سے مجھے گذرنا پڑتا ہے۔ بہرحال اس بار آپ پر بھی اُن کی ڈارٹ گن چل گئی۔"

"کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے پروگرام سے بروقت آگاہ ہو کر ہمیں راہ میں گھیرنے کی کوشش کرتے۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔"

"تم خود ہی ڈبل ایجنٹ تو نہیں ہو۔"

"بفرضِ محال یہ درست بھی ہو تو میں کس طرح انہیں آگاہ کر سکتا کہ ہم کہاں جانے کے لئے کدھر سے گذرنے والے ہیں۔ ایک پل کے لئے بھی میں ادھر اُدھر نہیں ہوا تھا۔"

"یہ بھی درست ہے۔ پھر یہ کیونکر ہوا۔"

"وہ آپ کی مخصوص میز تھی۔ یعنی مستقل طور پر آپ کے لئے مخصوص رہتی ہے۔"

"ہاں! ہمیشہ.... !"

"تو پھر اس میں کوئی ایسی ڈیوائیس چھپائی جا سکتی ہے جس کے ذریعہ اس پر ہونے والی گفتگو کہیں اور بھی سنی جا سکے۔"

"ہاں! یہ ممکن ہے۔"

"تو پھر میرے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔"

کرنل فیضی نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔

"غالباً آپ بھی باتھ روم جانا پسند کریں گے۔" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا اور کرنل اُسے گھور کر رہ گیا۔

لیکن بہر حال اُسے بھی باتھ روم جانا ہی پڑا تھا اور وہ باتھ روم ہی میں تھا کہ خواب گاہ میں جیگوار کی آواز گونجی۔ "مہمانوں کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

عمران خاموش بیٹھا رہا۔ اور کرنل فیضی نے باتھ روم سے برآمد ہو کر پوچھا۔

"یہ کون بولا تھا۔"

"سامنے والی دیوار سے آواز آئی تھی۔" عمران نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"عقل میں آنے والی بات کرو۔"

"کرنل پلیز.... آپے سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم دونوں ایک ہی کشتی

پر سوار تھے اور آپ کی وجہ سے میں بھی ڈوب رہا ہوں۔ آخر میں نے اِسے کیوں منظور کر لیا تھا کہ آپ کے محکمے کے لئے کام کروں گا۔"

"تمہارے بارے میں کوئی بھی اچھی رائے نہیں رکھتا۔"

"اچھا تو پیارے کرنل جھک مارتے رہو۔"

کرنل فیضی پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔ اچانک اُسی وقت دوبارہ جیگوار کی آواز آئی۔ "اب تم دونوں ناشتہ کرو گے۔ خوابگاہ کا دروازہ کھل جائے گا۔ راہداری میں بائیں جانب ڈائننگ روم ہے۔"

کرنل فیضی نے چیخ کر کہا۔ "تم کون ہو۔ سامنے آؤ۔"

لیکن جواب میں اُس نے کچھ بھی نہ سُنا۔ البتہ دروازے کے دونوں پاٹ کھل گئے تھے۔

"میں خواہ مخواہ تاؤ کھا کھا کر اپنی انرجی ضائع نہیں کر سکتا۔" عمران نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ کرنل فیضی نے بھی اُس کی تقلید کی تھی۔

وہ سچ مچ اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں ایک بڑی سی میز پر ناشتہ لگا ہوا تھا

"دشمن ہی سہی۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن مہمان نواز معلوم ہوتے ہیں۔"

کرنل فیضی کچھ نہ بولا۔ اب اس کے انداز میں ہچکچاہٹ پائی جاتی تھی۔ عمران نے کرسی سنبھال لی لیکن وہ کھڑا رہا۔

"کرنل صاحب!" اُس نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "آپ کو میرے رویئے پر حیرت نہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ میں ایک بار پہلے بھی اس مہمان نوازی کے مزے لوٹ چکا ہوں۔"

کرنل فیضی کچھ کہے بغیر سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

عمران نے انڈے کا سینڈوچ بناتے ہوئے کہا۔ "جلدی کیجئے۔ ورنہ سب کچھ ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

”سوال تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔“ کرنل فیضی جھنجھلا کر بولا۔

”میں نہیں جانتا“ کہہ کر عمران سینڈوچ کھانے لگا۔ کرنل بدستور ہاتھ روکے بیٹھا رہا۔ آخر کچھ دیر بعد بولا۔ ”تم ناشتہ کرو، میں اس عمارت کو دیکھوں گا۔“

عمران نے کچھ کہے بغیر شانوں کو جنبش دی اور دوسرا سینڈوچ بنانے لگا۔ کرنل کمرے سے نکل جانے کے لئے اٹھ گیا تھا۔ عمران نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اس طرح ناشتے میں مشغول رہا جیسے اپنے فلیٹ میں بیٹھا ہو۔

قریباً پندرہ منٹ بعد کرنل واپس آگیا۔ عمران کافی کی دوسری پیالی پی رہا تھا۔

”خاصی بڑی عمارت ہے لیکن سارے دروازے مقفل ہیں اور ہم دونوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے۔“ کرنل نے بیٹھ کر ہانپتے ہوئے کہا۔ شاید وہ بند دروازوں پر زور آزمائی کرتا رہا تھا۔

”پھر عرض کروں گا کہ ناشتہ کر لیجئے۔“ عمران بولا۔

اس بار کرنل نے اس کی رائے سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ عمران نے اس کے لئے سینڈوچ بنائے اور کافی انڈیلنے لگا۔

ناشتہ کرنے کے انداز میں بھی ہچکچاہٹ تھی لیکن جیسے تیسے کرنل فیضی نے ایک سینڈوچ حلق سے اتار کر کافی کی پیالی سنبھالی۔

دفعتہً ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ کمرے میں گونجی اور عمران آہستہ آہستہ اپنا سر سہلانے لگا۔ یہ علامت تھی اس امر کی کہ اب جیگوار کی آواز بھی سنائی دے گی۔

”کرنل فیضی! میری بات دھیان سے سنی جائے۔“ جیگوار کی آواز آئی۔ اور کرنل فیضی پیالی میز پر رکھ کر دیوار کے اس مخصوص حصے کو گھورنے لگا۔ جس سے آواز آئی تھی۔

”مسٹر عمران کو میری قید کا تجربہ ہے۔“ آواز پھر آئی۔ ”اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں اپنے مطالبات منوائے بغیر نہیں رہتا۔“

”تم ہو کون-؟“ کرنل فیضی غرایا۔

”جیگوار کہلاتا ہوں۔ مجھے آج تک کسی نے دیکھا نہیں۔ میرے ماتحت میری آواز کے پابند ہیں۔“

”کیا چاہتے ہو!“

”گرین فائل ہفرمُن کی مکمل نقل۔“

”تم سمجھتے ہو کہ مجھے مرعوب کر سکو گے۔“

”نہیں کرنل۔ ہم سائنٹیفک طریقوں سے دوسروں کا تعاون حاصل کرتے ہیں۔ مسٹر عمران کو اس کا بھی تجربہ ہو چکا ہے۔“

”تم مجھ پر اپنا ہر طریقہ آزما سکتے ہو۔“

”مجھے کچھ ایسی زیادہ جلدی نہیں ہے کرنل۔ ابھی تو تم میری میزبانی قبول کرو۔“

کرنل فیضی نے عمران کی طرف دیکھا جو چمچے سے پیالی بجانے میں مصروف تھا۔ جیگوار کی آواز پھر آئی۔ ”عمارت سے باہر نکلنے کی کوشش کا دوسرا نام موت ہوگا۔ تم دونوں محتاط رہنا۔“

”میری بھی ایک بات سن لو۔“ دفعتہً عمران سر ہلا کر بولا۔

”ضرور، ضرور۔ تمہاری خاموشی پر مجھے حیرت تھی مسٹر عمران۔“ جیگوار کی آواز آئی۔

”اس تماشے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ گرین فائل ہفرمُن کا حصول تمہارا اصل مقصد نہیں ہے۔“

”اچھا تو پھر تمہاری دانست میں ہم کیا چاہتے ہیں۔“

”ابھی تک میں یہ نہیں معلوم کر سکا۔“

”تم نے معلوم ہی کیا کیا ہے مسٹر عمران۔“

”یہی کہ تم ہمیں کچھ باور کرانا چاہتے ہو۔“

”کیا باور کرانا چاہتے ہیں، مسٹر عمران۔“

”فی الحال میں اس پر روشنی نہیں ڈال سکوں گا۔“

"مسٹر عمران! ہو سکتا ہے کرنل کو رہائی نصیب ہو جائے۔ لیکن اب تم اس وقت تک میری قید میں رہو گے جب تک کہ مجھے کلارا ڈکسن کا سراغ نہیں مل جاتا۔ اور ایک بار پھر سن لو کر باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا یہاں کے سارے دروازے اور کھڑکیاں لوہے کی ہیں۔ جن میں اب برقی رو دوڑ رہی ہے۔"

کرنل فیضی دانت پیش کر رہ گیا اور عمران نے عجیب انداز میں سر کو جنبش دی اس کے بعد جیگوار کی آواز نہیں آئی تھی۔ کرنل فیضی بہت غور سے عمران کو دیکھے جا رہا تھا۔ آخر کار آہستہ سے بولا۔ "کلارا ڈکسن کا کیا قصہ ہے۔"

"پتا نہیں کیوں جیگوار اس وہم میں مبتلا ہو گیا ہے کہ میں کلارا ڈکسن کو اس کے خلاف ورغلانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"جیگوار کے بیان کے مطابق وہ اس کا ساتھ چھوڑ کر غائب ہو گئی ہے۔"

"اس کے پاس تمہارے بارے میں رائے قائم کرنے کے لئے کوئی ٹھوس بنیاد ہو گی۔"

"مجھ سے زیادہ مجھے کون جان سکتا ہے۔"

"اگر تم نے اس مرحلے پر مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کی تو پچھتاؤ گے۔"

"اس بدبخت نے آپ کو میری طرف سے مزید بدگمان کر دیا۔ شائد اس میں بھی کوئی چال ہو۔"

کرنل خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ عمران نے جیب سے اپنا قلم نکالا اور ہتھیلی پر لکھنے لگا۔ "یہ صرف اس حد تک صحیح ہے کہ اس کلارا ڈکسن نے اپنی موجودہ زندگی سے بیزاری کا اظہار کیا تھا۔ بہر حال گفتگو کا لب لباب یہ تھا کہ وہ جیگوار اور اس کی تنظیم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہے۔" کرنل نے تحریر دیکھ کر سر کو جنبش دی۔ اور اشارہ کیا کہ وہ کافی کے پانی سے تحریر دھو ڈالے۔

اس کے بعد وہ کئی منٹ تک خاموش بیٹھے رہے تھے۔ پھر کرنل نے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔ "پتا نہیں میری گاڑی کا کیا حشر ہوا۔"

"کیا آپ نے اپنے روزنامچے میں تحریر کیا تھا کہ مجھ سے ملنے والے ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں! یہ قطعی نجی طور پر ہوا تھا۔"

"تو گویا اب کسی کو یہ بھی نہ معلوم ہو سکے گا۔۔۔!" عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ کرنل اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"یعنی بس اب پھنس ہی گئے۔" عمران نے کہا۔ "آخر ہمیں کون کہاں تلاش کرتا پھرے گا۔"

"میں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا۔" کرنل نے کہا۔ "آؤ ایک بار پھر عمارت کا جائزہ لیں۔"

"آپ کی مرضی! میں تو اسے لاحاصل ہی سمجھتا ہوں۔" عمران بھی اٹھتا ہوا بولا دونوں ڈائننگ روم سے نکل آئے۔

"ویسے میرا مشورہ ہے کہ دروازوں اور کھڑکیوں سے دور ہی رہا جائے۔" عمران نے کہا۔ کرنل کچھ نہ بولا۔ اتنے میں عمران نے ایک چمچ ایک دروازے پر کھینچ مارا۔ آواز کے ساتھ چنگاریاں منتشر ہوئی تھیں۔

بہر حال انہوں نے پوری عمارت کا چکر لگایا اور پھر سٹنگ روم میں آ بیٹھے عمران نے پر تفکر انداز میں کہا۔

"اب غالباً ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ حقیقتاً یہاں کیوں لائے گئے ہیں۔"

"گرین فائیل تھرٹین۔" کرنل بولا۔

"مجھے اس میں شبہ ہے۔" عمران بولا۔

"اس میں شبہے کی کوئی گنجائش نہیں، جبکہ سنگرز ابھی اسی چکر میں تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" عمران نے کہا اور طویل انگڑائی لے کر اس طرح صوفے پر نیم دراز ہو گیا جیسے سو جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

اچانک باہر سے شور کی آواز آئی اور ساتھ ہی ایسا معلوم ہوا جیسے بجلی فیل

ہو گئی ہو۔ کیونکہ لائٹ غائب ہو گئی تھی اور ایگزہاسٹ فین رُک گئے تھے۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے دروازوں پر ضربیں لگ رہی ہوں۔

"یہ کیا شروع ہو گیا" کرنل نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"خدا ہی جانے۔ شاید دروازے توڑے جا رہے ہیں" عمران بولا۔

"کون توڑ رہا ہے؟"

"شاید ہمارا پتا لگا لیا گیا ہے۔ ورنہ دروازے کون توڑ سکتا"

وہ دونوں اُٹھ کر صدر دروازے کی طرف بڑھے ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر مائیکروفون پر کہا "عمارت گھیر لی گئی ہے۔ نہتے ہو کر باہر آ جاؤ... ورنہ دس منٹ بعد ٹوٹے ہوئے دروازوں سے فائرنگ شروع کر دی جائے گی"

عمران نے کرنل کا بازو تھام کر روکتے ہوئے کہا "بس جہاں بیٹھے تھے وہیں رُکنا چاہیے! وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہمیں قید کرنے والے بھی یہیں مقیم ہیں لہٰذا دروازہ ٹوٹتے ہی برسٹ ماریں گے"

"ٹھیک ہے" کرنل نے کہا اور پھر سٹنگ روم کی طرف مڑ گیا۔

عمران کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی ناقابل فہم واقعہ ہو گیا ہو۔

تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے ایک زوردار آواز سنی۔ شاید دروازہ فریم سمیت اکھڑ کر فرش پر آ رہا تھا پھر۔ پھر دوڑتے ہوئے وزنی قدموں کی آواز آئی۔

اور ذرا ہی دیر بعد مسلح فوجی سٹنگ روم میں پہنچ گئے۔ شاید ان میں کرنل کے محکمے کے لوگ بھی شامل تھے۔

"اوہ کیپٹن راشد!" کرنل نے ایک فوجی کو مخاطب کیا "یہ کیونکر ممکن ہوا"

"ڈی۔ جی صاحب نے عمارت کا پتا بتا کر ریڈ کرنے کا حکم دیا تھا"

"کمال ہے!" عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

"کیا آپ مسٹر علی عمران ہیں" کیپٹن راشد نے سوال کیا۔

"ہاں۔ کیوں؟" کرنل نے چونک کر سوال کیا۔

"ڈی۔ جی صاحب نے فرمایا تھا کہ انہیں بھی ساتھ لایا جائے" کیپٹن راشد بولا۔

"حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں مجھ پر..." عمران بڑبڑایا۔

قریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ دونوں ڈی۔ جی کے آفس میں بیٹھے اس کی آمد کے منتظر تھے۔ وہ ریٹائرنگ روم میں لنچ کر رہا تھا۔ دونوں خاموش تھے۔ اور کرنل فیضی کسی قدر نروس نظر آ رہا تھا۔

ڈی جی کی آمد پر دونوں کھڑے ہو گئے اور ڈی۔ جی ہاتھ ہلا کر بولا "بیٹھیے بیٹھیے اور کرنل فیضی آپ وقت ضائع کئے بغیر مجھے بتایئے کہ یہ کیونکر ہوا تھا"

کرنل فیضی نے عمران کو سروسز کلب میں بلانے سے لے کر اس حیرت انگیز قید تک کے حالات سنا دیئے۔ اس دوران میں ڈی جی کی توجہ کا زیادہ تر مرکز عمران ہی رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس ابتلا کا ذمہ دار عمران ہی کو سمجھتا ہو۔ کرنل فیضی کے خاموش ہونے پر اس نے عمران سے کہا "کیا خیال ہے مسٹر عمران میرے آدمی اچانک وہاں کیسے پہنچ گئے"

"واقعی حیرت انگیز واقعہ ہے میں اس سلسلے میں اظہار خیال سے معذور ہوں"

"کسی عورت نے فون پر مجھے مطلع کیا تھا کہ تم دونوں پر کیا گذری اور تم کہاں اور کس حال میں ہو"

"عورت...!" عمران بڑبڑایا اور کرنل فیضی اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ہاں عورت ہی تھی۔ لیکن لہجے سے غیر ملکی معلوم ہوتی تھی۔ کال کا کچھ حصہ ریکارڈ کر لیا گیا تھا"

"کیا میں اسے سن سکتا ہوں" عمران نے پوچھا۔

"ضرور... ضرور" ڈی جی نے کہا۔ اور فون کا ریسیور اُٹھا کر کسی کو کچھ ہدایات دیں۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی اندر آیا۔ جس کے ہاتھ میں ٹیپ ریکارڈر تھا۔ ٹیلیفون کال کا ٹیپ چلایا گیا۔ کسی عورت ہی کی آواز تھی۔ عمران کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں اور اس نے کرنل فیضی کی طرف مڑ کر کہا "کلارا ڈکسن کے علاوہ اور کسی کی آواز نہیں ہو سکتی"۔

"کلارا ڈکسن!" ڈی۔ جی چونک کر بولا۔ "کون کلارا ڈکسن ہے"

"وہی۔ عورت جو سائیکو مینشن سے فرار ہو گئی تھی۔" کرنل فیضی نے کہا۔

"وہ۔ وہ کیوں ہمیں اطلاع دینے لگی۔"

"مسٹر عمران کے پاس اس سے متعلق بھی ایک کہانی ہے۔"

ڈی۔ جی نے مستفسرانہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔ اور عمران اُسے کلارا ڈکسن کے بارے میں وہی کچھ بتانے لگا جو اس سے پہلے کرنل فیضی کو بتا چکا تھا۔

اس کے خاموش ہوتے ہی ڈی۔ جی بولا۔ "اور آپ نے اسے ابھی تک ایکسپلائٹ نہیں کیا۔"

"میرا محکمہ اس کیس کا فائیل بند کر چکا ہے۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "کرنل فیضی مجھے خواہ مخواہ اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔"

"آپ کا محکمہ فائیل بند کر چکا ہوگا۔ لیکن آپ بدستور اس کیس پر کام کرتے رہیں گے۔"

"یہ کس طرح ممکن ہے۔"

"آپ کے محکمے سے عارضیتاً آپ کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔"

"اگر اس وقت تک جگوار نے اس قابل رہنے دیا تو... وہ اندھیرے کا تیر ہے۔ خود اس کے کارپرداز اس سے واقف نہیں ہیں۔ کسی نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی۔ صرف آواز سنتے ہیں۔"

"خیر۔ خیر کوسٹ گارڈز کا کیا قصہ تھا۔"

"میں نے اپنے اندازے سے ایک بات کہہ دی تھی۔ ضروری نہیں کہ حقیقت بھی وہی ہو۔"

"میں ابھی معلوم کئے دیتا ہوں کہ اس پوائنٹ کی کیا اہمیت ہے جہاں سے دستہ مُشو کے جزیرے میں منتقل کیا گیا تھا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ بڑی اکتاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ وہ اس کیس سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اور یہ بھی حقیقت تھی کہ سر سلطان نے اس کیس کا فائل بند کر دینے کی ہدایت دی تھی۔ تو گویا اب وہ براہ راست آئی۔ ایس۔ آئی والوں کے لئے

کام کرے گا۔

ڈی۔ جی نے فون پر کسی سے کہا کہ وہ کوسٹ گارڈز کے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ چاہتا ہے۔ پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر عمران سے کہا۔ "آپ کرنل فیضی کے آفس میں بیٹھئے۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو آگاہ کر دیا جائے گا۔"

کرنل فیضی نے اپنے آفس میں پہنچ کر کینٹین سے لنچ بکس منگوائے۔ ابھی لنچ سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ کرنل فیضی نے ریسیور اٹھایا۔

"یس سر... جی... جی... جی ہاں..."

عمران کے اندازے کے مطابق وہ ڈی۔ جی ہی کی کال ہو سکتی تھی۔ کرنل فیضی نے بالآخر ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی اور عمران سے بولا۔ "دستہ جہاں سے بھیجا گیا تھا وہ جگہ ایک منٹ کے لئے بھی کوسٹ گارڈز سے خالی نہیں رہی۔ یعنی مُشو کے جزیرے میں وہاں تعینات پوری فورس نہیں بھیجی گئی تھی۔ اس لئے آپ کا یہ خیال کہ ان لوگوں نے اس پوائنٹ کو کوسٹ گارڈز سے خالی کرانے کے لئے آپ کو استعمال کیا تھا۔ درست نہیں معلوم ہوتا۔"

"ہو سکتا ہے۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "پھر اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہمیں احساس بے بسی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔"

"کچھ بھی ہو۔" کرنل فیضی سر ہلا کر بولا۔ "اب آپ کو تمام تر توجہ کلارا ڈکسن پر دینی چاہئے۔"

"میں دیکھوں گا اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔" عمران نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"دراصل دوبارہ مل بیٹھنے کا انحصار بھی اُسی پر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں مقیم ہے۔"

کرنل فیضی کچھ نہ بولا۔ اور وہ خاموشی سے لنچ کرتے رہے۔

پھر عمران ہی کے مشورے پر مُشو کا جزیرہ واگذار کر دیا گیا۔ اور وہاں سے

کوسٹ گارڈز کا دستہ بھی ہٹا لیا گیا۔ لیکن تین دن گزر جانے کے باوجود بھی کلارا ڈکسن نے اس سے رابطہ قائم نہ کیا اور عمران نے اپنے طور پر پتا لگا لیا تھا کہ اب وہ اس عمارت میں بھی نہیں تھی جہاں ڈاکٹر فوربل کا قیام تھا۔

کرنل فیضی کے مشورے کے مطابق بالآخر اس نے ایک بار پھر مٹو کے جزیرے کا رُخ کیا۔

لیکن وہ تنہا نہیں تھا۔ ایک درجن فوجی بھی ماہی گیروں کے لباس میں اس کے ساتھ تھے اور یہ ماہی گیری کا ٹرالر تھا۔ حقیقتاً وہ سلوا اس کے ٹرالر کی تلاش میں نکلے تھے۔ سب سے پہلے ان کا ٹرالر مٹو کے جزیرے ہی پر لنگر انداز ہوا۔ مٹو کے آدمی عمران کو پہچانتے تھے۔ کیونکہ اس جزیرے میں قیام کے دوران میں آخر اُس نے اپنا میک اَپ اتار دیا تھا۔

بہرحال اُسے فوراً مٹو کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس نے بہت لہک کر اُس کی پذیرائی کی۔

"مسٹر عمران کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں۔" اس نے کہا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ جزیرے کی واگزاری کے لیے آپ ہی نے کوشش کی تھی۔"

"یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں جس کے لئے تم شکریہ ادا کرو۔ دراصل اس کے بغیر ہم ان لوگوں پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔"

"وہ ٹرالر پھر نہیں دکھائی دیا۔" مٹو نے کہا۔

"دیکھنا یہ ہے کہ وہ کہاں سے آتا ہے اور کہاں لنگر انداز ہوتا ہے۔"

"ان اطراف میں رہ کر آپ کبھی نہ کبھی پتا لگا ہی لیں گے۔"

"اس قسم کے جھینگے اور کہاں ملتے ہیں جیسے تمہارے جزیرے کے آس پاس پائے جاتے ہیں۔"

"کہیں بھی نہیں۔ ان اطراف میں تو کہیں بھی نہیں۔"

"کوئی ایسی جگہ جہاں اُس ٹرالر کو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا جا سکے۔"

"خود میرے جزیرے میں بھی ایسی جگہیں موجود ہیں۔ یعنی ساحل ایسی چٹانوں سے گھرا ہوا ہے کہ ان کی اوٹ میں آجانے والی کشتیاں دیکھی نہیں جا سکتیں۔ بے شمار چھوٹے چھوٹے ویران جزیرے یہاں سے شمال کی جانب بکھرے ہوئے ہیں۔"

"رہنمائی کے لئے اپنا کوئی آدمی دے سکو گے؟" عمران نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں مسٹر عمران۔"

"ٹرانسمیٹر پر مجھ سے رابطہ رکھنا۔" عمران نے کہا۔ "ابھی تک ان کی نظر تمہارے جزیرے پر لگی ہوئی ہے۔"

"آخر یہاں کیا رکھا ہے مسٹر عمران؟"

"یہی تو دیکھنا ہے۔"

"اگر یہی دیکھنا ہے تو اپنے ٹرالر کو ان چٹانوں کے پیچھے چھپا دو جہاں ہماری کشتیاں رہتی ہیں۔ اگر پانیوں میں گشت کرتے رہے تو وہ کبھی سامنے نہ آئیں گے۔ یہیں اطمینان سے بیٹھ کر ان پر نظر رکھو اور کبھی کبھی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر انہیں تلاش کرو۔ میرے آدمیوں کے لئے ماہی گیری چھوٹی کشتیوں میں ہوتی ہے اور میرے ماہی گیر بہتیرے ویران جزیروں کے آس پاس بڑی مچھلیاں پکڑتے ہیں۔"

مٹو کی تجویز عمران کو معقول معلوم ہوئی اور اُس نے اپنے ساتھیوں سمیت وہیں ڈیرا ڈال دیا۔ ٹرالر چٹانوں کی اوٹ میں چھپا دیا گیا۔ یہاں مٹو کی چھوٹی بڑی کشتیاں لنگر انداز تھیں۔ دوسرے دن عمران نے فوجی دستے کے آفیسر کیپٹن شمیم کو ساتھ لیا اور ایک چھوٹی کشتی پر ویران جزیروں کی طرف روانہ ہو گیا۔ مٹو کے دو ماہی گیر بھی جال سمیت کشتی پر موجود تھے۔

کیپٹن شمیم ایک زندہ دل نوجوان تھا۔ لیکن عمران سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتا تھا۔

"مجھے کن باتوں پر نظر رکھنی ہوگی مسٹر عمران۔" اس نے پوچھا۔

"ایسی مچھلیوں پر جو جال سے نکلنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"جب یہ دونوں کہیں جال ڈالیں گے تو بتا دوں گا۔"

"تو آپ کا تعلق پولیس کے شعبہ سراغرسانی سے ہے؟"

"ہرگز نہیں! میری ان لوگوں سے نہیں بنتی۔"

"اچھا۔ اچھا تو آپ آئی۔ ایس۔ آئی کے انفارمر ہیں؟"

"انفارمر اس طرح جان دینے کے لیے ساتھ نہیں پھرا کرتے کپتان صاحب۔"

"اچھا تو پھر کسی اور موضوع پر گفتگو رہے۔ مجھ سے خاموش نہیں رہا جاتا۔"

"گانا آتا ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"نہیں ...!"

"جیسا بھی آتا ہو اور جو کچھ بھی یاد ہو شروع کر دیجئے اس طرح آپ کی شکایت بھی رفع ہو جائے گی اور میں محظوظ بھی ہو سکوں گا۔"

کیپٹن شمیم نے خاموشی اختیار کر لی۔

لیکن خاموشی زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی اور اس نے بڑی سنجیدگی سے عمران سے پوچھا۔ "آپ شیخ ہیں یا پٹھان۔"!

"نہ شیخ نہ پٹھان۔ منگول ہوں۔ لیکن تمہیں اس سے کیا سروکار۔"

"آنکھوں اور ناک کی بناوٹ منگولوں جیسی نہیں ہے۔"

"کلرکی نے حلیہ بدل دیا ہے۔"

"تو آپ کلرک ہیں؟"

"آباؤ اجداد کلرکی کرتے تھے۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔"

"سمندری معاملہ تھا تو نیوی کا کوئی دستہ آپ کے ساتھ کیا ہوتا۔ مجھے سمندری پانی کی بو بری لگتی ہے۔"

"مجھے بھی اس پر حیرت ہے کہ نیوی کے آدمی مجھے کیوں نہیں دیئے گئے۔" عمران نے کہا

وہ ایک ویران جزیرے کے قریب پہنچ رہے تھے۔ منٹو کے ماہی گیروں نے جال ڈال دیا۔

"مچھلیوں کی بو بھی مجھے اچھی نہیں لگتی۔" کیپٹن شمیم نے کہا۔

"یار تمہیں کچھ اچھا بھی لگتا ہے؟"

"کھلی ہوا میں دوڑ لگانا۔"

"تو پھر جزیرے پر اتر جاؤ۔"

"خشک پتھریلی زمین ہے۔ کہیں نام کو بھی سبزہ نظر نہیں آتا۔ کیا آپ اتریں گے جزیرے پر؟"

"پہلے ہم اس کے گرد ایک چکر لگائیں گے۔ پھر دیکھا جائے گا۔" عمران نے کہا۔

منٹو کے ماہی گیر پہلے ہی کشتی اس انداز میں کھے رہے تھے کہ جزیرے کے گرد ایک چکر پورا ہو جاتا۔ چکر پورا کرنے کے بعد انہوں نے جال کھینچا... چھوٹی بڑی بہت سی مچھلیاں ہاتھ لگیں۔ جن میں سے بڑی مچھلیاں انہوں نے نکال لیں اور چھوٹی پھر پانی میں ڈال دیں۔... پھر کشتی کو کنارے لگا دیا۔

"یہاں ایسی چٹانیں نہیں ہیں۔ جن کی اوٹ میں کشتیوں کو چھپایا جا سکے۔" عمران نے ساحل پر اترتے ہوئے کہا۔

"یہاں اترنا بیکار معلوم ہوتا ہے!" کیپٹن شمیم نے کہا۔

"کیوں ...؟"

"اتنی کھلی جگہ انہوں نے کبھی بھی استعمال نہ کی ہوگی۔" کیپٹن شمیم بولا

"میں ان جزیروں کی بناوٹ کے بارے میں اندازہ لگانا چاہتا ہوں۔" عمران نے کہا۔ کیپٹن شمیم نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ اور منٹو کے آدمی کشتی ہی پر بیٹھے رہے تھے جزیرہ بے آب و گیاہ نظر آیا۔ کہیں روئیدگی کا نام و نشان تک نہیں تھا لیکن ایک جگہ انہیں بیئر کے خالی ڈبے پڑے دکھائی دیئے۔ عمران چلتے چلتے رک گیا۔

"ہو سکتا ہے کسی نے کبھی پکنک منائی ہو۔" کیپٹن شمیم نے کہا۔

"ہمیں تو دیکھنا ہے کہ آیا یہاں پکنک منائی جا سکتی ہے یا نہیں۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"دو ایک مزید جزیروں پر نظر ڈالنے سے شائد سمجھ میں آ جائے۔"

وہ دونوں پھر کشتی میں آ بیٹھے... جال کھینچا گیا۔ چند بڑی مچھلیاں نکال لی گئیں اور چھوٹی مچھلیاں دوبارہ پانی میں پھینک دی گئیں۔ کشتی کا رُخ تبدیل ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسے جزیرے کے قریب پہنچے جس کا کوئی ساحل ہی نہیں تھا۔ سطح سمندر سے سیدھی اور اونچی چٹانیں کھڑی تھیں البتہ کہیں کہیں چوڑی دراڑیں دکھائی دے رہی تھیں جن کے اندر پانی لہریں لے رہا تھا۔

"کیا یہ دراڑیں چھپنے کے لئے بہترین جگہیں نہیں ہیں۔" کیپٹن شمیم نے کہا۔

"ابھی تک کوئی اتنی چوڑی دراڑ نہیں دکھائی دی جس میں وہ ٹرالر داخل ہو سکے" عمران نے کہا۔ "ہم اس جزیرے کا چکر ضرور لگائیں گے۔ اس کی بناوٹ دلچسپ ہے۔"

کیپٹن شمیم بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

"کیا شادی شدہ ہو۔" عمران نے غیر متوقع سوال کیا! پہلے تو کیپٹن کی آنکھوں میں جھنجلاہٹ کے آثار نظر۔ پھر خود کو سنبھال کر بولا۔

"اگر نہیں ہوں تو کیا آپ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکیں گے"۔

"کیوں نہیں! اس کا تو اسپیشلسٹ ہوں۔"

"ابھی میری شادی نہیں ہوئی۔"

"کتنے سینگوں والی چاہئے۔" عمران نے اظہار مسرت کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب...!"

"اگر مطلب پوچھ رہے ہو تو ابھی تم شادی کے قابل ہی نہیں ہوئے"۔

"مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ آپ کی بے تکی باتوں کا نوٹس نہ لوں۔"

"کس نے کہا تھا؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم ہر حال میں جوان نظر آؤ۔"

کشتی جزیرے کے گرد چکر لگا رہی تھی۔ دفعتہً ایک دراڑ سے دھواں نکلتا دکھائی دیا لیکن یہ اتنی کشادہ نہیں تھی کہ اس میں کشتی داخل ہو سکتی۔

"یہ آتش فشانی مادے کا دھواں نہیں ہو سکتا۔" کیپٹن شمیم بڑبڑایا۔

عمران نے مٹّو کے آدمیوں سے کشتی پلٹانے کو کہا۔ چکر ابھی پورا نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے بہرحال حکم کی تعمیل کی۔

"کیا ارادہ ہے۔" کیپٹن شمیم نے پوچھا۔

"اُدھر ایک دراڑ ایسی دیکھی تھی جس میں کشتی داخل ہو سکتی ہے۔" عمران نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"ذرا سوچ سمجھ کر...!"

"کیا مطلب؟" عمران کا لہجہ بدل گیا۔

"یہی کہ کہیں اندر پھنس نہ جائیں۔"

"کچھ دور اندر جانے ہی پر اندازہ ہو جائے گا کہ ہم آگے بڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور پھر دیکھو کیپٹن میں تمہاری کمانڈ میں نہیں دیا گیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔" وہ سر ہلا کر بولا۔ "چلئے..."

لیکن اس دراڑ کے قریب پہنچ کر عمران نے کشتی کو چٹان سے لگا دینے کو کہا اور خود غوطہ خوری کا لباس نکالنے لگا۔

"یعنی کہ..." کیپٹن کچھ کہتے کہتے رُک گیا اور عمران مسکرا کر بولا۔

"میں اس قسم کے خطرات تنہا مول لیتا ہوں۔"

"مجھے غوطہ خوری کی مشق نہیں ہے۔" کیپٹن شمیم نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" عمران نے کہا اور پانی میں اُتر گیا۔ لیکن وہ غوطہ لگانے کی بجائے سطح پر تیرتا ہوا دراڑ میں داخل ہو رہا تھا۔ کشتی کی پوزیشن ایسی تھی کہ وہ فوراً ہی اُن کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ کیپٹن شمیم بہرحال اُس پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے اُس نے مٹّو کے آدمیوں سے کہا کہ وہ کشتی کو دراڑ کے سامنے ہی لے چلیں۔

ان جزائر کی وجہ سے یہاں تموج نہیں تھا۔ اس لئے کشتی کو کچھ دیر تک دراڑ کے سامنے ہی روکے رکھا جا سکتا تھا۔

لیکن عمران اب بھی نہ دکھائی دیا۔ کیپٹن شمیم سوچ رہا تھا کہ مٹھو کے آدمیوں سے اس سلسلے میں براہ راست کسی قسم کی گفتگو کرنا مناسب ہوگا یا نہیں! کشتی پھر آگے بڑھ گئی اور کیپٹن شمیم نے اُسے دوبارہ دراڑ کے رخ پر پلٹانے کو کہا۔

"صاحب... وہ لوگ اتنے بیوقوف نہیں ہو سکتے۔" مٹھو کا آدمی بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"اس حرکت کے بعد وہ آس پاس کے جزیروں میں ڈیرہ نہیں ڈال سکتے۔"

"میں نے تم سے کہا ہے کہ کشتی کو دراڑ کے سامنے ہی رکھنے کی کوشش کرو۔" کیپٹن شمیم نے تلخ لہجے میں کہا۔

مٹھو کے آدمیوں نے اس طرح چپو چلانے شروع کئے کہ کشتی دراڑ کے سامنے ہی رہ کر ناچنے لگی۔

"یہ کیا شروع کر دیا؟" کیپٹن شمیم جھنجھلا کر بولا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے صاحب! کشتی اسی طرح دراڑ کے سامنے رہ سکتی ہے۔"

"ذرا سی دیر میں سر چکرانے لگے گا۔" کیپٹن شمیم نے کہا۔

"ہمیں کچھ نہیں ہوگا صاحب!"

اس طرح پندرہ منٹ گذر گئے لیکن عمران کی واپسی نہ ہوئی۔ کیپٹن شمیم سوچ رہا تھا کہ اگر جزیرے میں داخل ہونے کا کوئی راستہ عمران کو مل گیا ہوتا تو فوری طور پر اس کی واپسی ہوتی۔ تنہا داخل ہونے کا خطرہ مول نہ لیتا۔ تو پھر کیا اُسے کوئی حادثہ پیش آیا ہے.... ایسی صورت میں اُسے کیا کرنا ہوگا...

دفعتاً اس نے مٹھو کے آدمیوں سے کہا۔ "اپنے جزیرے کی طرف واپس چلو۔"

"اور صاحب.... وہ....!"

"انہیں یقیناً کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ میں جزیرے سے کوسٹ گارڈز سے رابطہ قائم کر کے ہیلی کوپٹر طلب کروں گا۔"

مٹھو کے آدمیوں نے عجیب سی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور رُخ متعین کر کے چپو چلانے لگے۔ ماہی گیری کا جال کھینچ کر کشتی میں سمیٹ لیا تھا۔

عمران کچھ دور تک تو پانی کی سطح ہی پر تیرتا رہا تھا پھر غوطہ لگایا تھا۔ زیر آب روشنی والی ٹارچ اس نے دونوں ہاتھوں سے تھام رکھی تھی اور پیروں سے بیک اسٹروک لگاتا ہوا آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے دونوں پیروں میں اچانک پھندا پڑ گیا ہو۔ دونوں پنجے ایک دوسرے سے جڑ کر رہ گئے تھے۔ یقیناً وہ پھندہ ہی تھا۔ کیوں کہ اب اس رَسّی کو کھینچا جانے لگا تھا۔ عمران دم سادھے کھنچتا چلا گیا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اچانک اس قسم کی کسی صورت حال کا سامنا ہوگا۔

پھر اُسے اپنی ٹارچ کی روشنی میں دو فراگ مین نظر آئے۔ جن کے ہاتھوں میں زیر آب چلائی جانے والی بندوقیں تھیں۔ بُرے پھنسے عمران نے سوچا۔ لیکن اب ہو ہی کیا سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کا جسم کسی ٹھوس چیز سے ٹکرایا اور کھینچے جانے کا عمل بھی رُک گیا۔ ساتھ ہی ایسا محسوس ہوا جیسے تیز قسم کی روشنیوں میں نہا گیا ہو۔ آبی ٹارچ اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دور تک پھسلتی چلی گئی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ ٹھوس زمین پر پڑا ہوا ہے۔

اٹھنے کی کوشش کی تو محسوس ہوا کہ پیروں میں اب بھی پھندا پڑا ہوا ہے کسی نہ کسی طرح بیٹھ کر وہ پیروں سے پھندا نکالنے لگا۔ تیز قسم کی روشنی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہی تھی۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد اس نے پیروں سے پھندہ نکال لیا۔ اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

وہ اب کسی چھت کے نیچے تھا... دفعتہً دو افراد پھر دکھائی دیئے جن کے ہاتھوں میں مشین پستول تھے۔ انہوں نے عمران کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"میں کوئی بڑی مچھلی نہیں ہوں۔!" عمران غرّایا۔ "مجھ سے آدمیوں کا سا برتاؤ کرو۔"

ایک نے مشین پستول سے سامنے والے دروازے کی طرف اشارہ کیا عمران نے شانوں کو جنبش دی اور دروازے کی طرف چل پڑا۔

یہ ایک طویل سُرنگ ثابت ہوئی تھی۔ اُس کے پیچھے والا مسلح آدمی ٹارچ روشن کئے ہوئے راستہ دکھا رہا تھا۔

ایک جگہ اُسے تیس چالیس زینے بھی طے کرنے پڑے۔ اور پھر وہ اچانک کھلے آسمان کے نیچے آ گیا۔ سر پر سورج چمک رہا تھا۔ اور پتھریلی زمین تپ رہی تھی۔ اُس نے مڑ کر دیکھا۔ ان دونوں مسلح آدمیوں کا کہیں پتا نہ تھا جو اُسے یہاں تک لائے تھے۔ اُس نے ان زینوں کو بھی تلاش کرنے کی کوشش کی جن کے ذریعے یہاں تک پہنچا تھا لیکن ان کا نشان بھی کہیں نہ ملا۔

دھوپ کی شدت کا احساس تپتی ہوئی چٹانوں کی وجہ سے کچھ اور زیادہ ہو گیا تھا۔ کوئی سایہ دار جگہ۔ اُس نے سوچا ورنہ تھوڑی ہی دیر میں حالت تباہ ہو جائے گی۔ چٹانوں کے درمیان کوئی غار تلاش کرنے لگا تھا۔

عجیب سی چٹانیں تھیں۔ اگر یہاں بھی اُن لوگوں نے اپنا کوئی اڈہ بنا رکھا تھا تو اس کی نوعیت کیا ہوگی؟ اور کیا وہ ہوائی حملے سے بچ سکیں گے؟ اُسے یقین تھا کہ اس کی واپسی نہ ہونے کی بنا پر کیپٹن شیم کوسٹ گارڈز کے مستقر سے رابطہ قائم کرے گا۔

وہ چٹانوں کے درمیان بھٹکتا پھر رہا تھا کہ اچانک اُسے جیگوار کی آواز سنائی دی۔

"خوش آمدید مسٹر عمران، تم بڑی آسانی سے پھنس جاتے ہو۔"

"دراصل تم سے ملنا چاہتا تھا۔ ورنہ...." عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

"بہت خوب بھلا مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔"

"اس مسخرہ پن کا مطلب جاننا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب..."

"گھیرنا، پکڑنا اور پھر بڑی آسانی سے نکل جانے دینا۔ آخر یہ کس قسم کا کھیل ہے، تم ہمیں کیا باور کرانا چاہتے ہو۔"

"اس بار تو میں تم سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری اور کرنل فیضی کی رہائی کیونکر ہوئی تھی۔ کس نے تمہارے آدمیوں کی رہنمائی کی تھی۔"

"اوہ۔ بس اتنی سی بات۔" عمران ہنس کر بولا۔ "ہمارا اپنا طریق کار ہے اس پر روشنی نہیں ڈالی جا سکتی۔"

"مجھے شبہ ہے کہ کلارا ڈکسن نے تم لوگوں کی نشاندہی کی تھی۔"

"بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو دوست!" عمران نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"پھر یہ بھی ممکن نہیں کہ کسی اور طرح تمہاری رہائی ہوئی ہو۔" جیگوار کی آواز آئی۔ "کلارا ڈکسن غداری کی مرتکب ہو رہی ہے۔"

"کس کے خلاف!" عمران نے سوال کیا۔

"تمہیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔"

"تو تم یہ سمجھتے ہو کہ کلارا ڈکسن ہم سے مل گئی ہے۔"

"میں اس پر بھی یقین نہیں کر سکتا۔" جیگوار کی آواز آئی۔

"پھر کیا کہنا چاہتے ہو؟"

اس سوال کے جواب میں جیگوار کی آواز نہ سنائی دی۔ عمران چند لمحے وہیں کھڑا رہا پھر آگے بڑھا اور دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لئے کوئی سایہ دار جگہ تلاش کرنے لگا۔

آخر کار ایک ایسا غار مل ہی گیا جو حیرت انگیز طور پر ہوادار اور ٹھنڈا تھا۔ لیکن وہ جگہ نہ مل سکی جہاں سے اٹھنے والے دھوئیں نے اس جزیرے میں داخل ہونے کی ترغیب دی تھی۔ ہو سکتا تھا۔ کہ وہ بھی محض ایک شعبدہ رہا ہو۔ اُنہیں جزیرے کی طرف متوجہ کرنے کے لئے۔

وہ غار کے ایک گوشے میں ٹک کر سوچنے لگا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے کشتی کو چھوڑے ہوئے خاصا وقت گذر چکا تھا۔ اس دوران میں وہ وہاں رُکی نہ رہی ہوگی۔ یقینی طور پر کیپٹن شمیم مُنّو کے جزیرے کی طرف واپس گیا ہوگا۔ اور وہاں سے کوسٹ گارڈز سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔ بہرحال ان لوگوں نے شائد آس پاس کے کئی ویران جزیروں پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اور یہ قبضہ پتا نہیں کب سے جاری ہو۔ اس جزیرے میں وہ سُرنگ اور وہ سیڑھیاں چند دنوں میں تو بن نہ گئی ہوں گی۔ عمران سوچتا اور اُونگھتا رہا۔ وہ مطمئن تھا کہ اس جزیرے پر کوسٹ گارڈز کے ہیلی کوپٹرز ضرور لینڈ کریں گے۔ اور وہ اپنے ٹھکانے پر بہ آسانی پہنچ جائے گا۔

اس نے کچھ اور ہاتھ پیر پسارے اور اُونگھنے لگا۔ لیکن یہ کیفیت دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ پتا نہیں کیوں چونک پڑا تھا۔ آنکھیں پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا اور دوبارہ اُونگھ جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ چونکنے کی وجہ معلوم ہوگئی۔ یہ ایک آواز تھی۔ انسانی کراہ جو تکلیف کی شدت کی بنا پر بے اختیار نکلی ہو۔ عمران اٹھ گیا۔ کیونکہ آواز کی سمت کا اندازہ بھی ہوگیا تھا۔ بائیں جانب والی ڈھلان میں اُترنے لگا۔ کراہ پھر سنائی دی اور اُسے یقین ہوگیا کہ صحیح سمت میں جا رہا ہے۔ غار کی وسعت کا اندازہ تو اب ہو رہا تھا۔ وہ ڈھلان میں اُترتا رہا۔ اور بالآخر رہنمائی کرنے والی دردناک آواز کے بہت قریب پہنچ گیا۔

یہ غار کے اندر ایک اور غار کا دہانہ معلوم ہوتا تھا۔ عمران

بے دھڑک اس دہانے سے بھی گزر گیا۔۔۔ اور کراہنے والے پر پڑنے والی پہلی نظر تفصیلی تھی۔ وہ فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ اور اُس کی بائیں ٹانگ میں زنجیر نظر آئی، جس کا دوسرا سرا لوہے کی ایک میخ سے منسلک تھا۔

عمران پھرتی سے آگے بڑھا اور جھک کر اُسے سیدھا کرنے لگا۔ چہرہ دیکھنا چاہتا تھا اُس کا۔

"رابرٹو!" اس کی زبان سے بے اختیار نکلا اور شکستہ حال قیدی نے آنکھیں کھول دیں۔

"اوہ! میرے خدا۔" وہ نحیف سی آواز میں بولا۔ "مسٹر عمران۔!"

"لیکن تم اس حال کو کیونکر پہنچے۔۔۔!" عمران نے حیرت سے کہا۔

"سیاہ فام سلواس کے ہاتھوں! جیگوار کے حکم پر۔۔۔"

"آخر کیوں!"

"کلارا ڈکسن تنظیم کا ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ جیگوار مجھے اُس کا آدمی سمجھتا ہے۔ حالانکہ میں تنظیم کا وفادار ہوں، مجھے افراد سے کوئی سروکار نہیں۔"

"اس حال کو پہنچ جانے کے بعد بھی تنظیم کے وفادار ہو۔" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں مسٹر عمران۔"

"جن لوگوں کا اعتماد تم پر سے اُٹھ گیا ہو، ان کے درمیان رہنے سے کیا فائدہ۔"

رابرٹو نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کلارا ڈکسن کے خاص آدمیوں میں سے تھا۔ ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اسی بنا پر کبھی کبھی عمران نے یہ بھی سوچا تھا کہ کہیں وہ خود ہی جیگوار نہ ہو۔ لیکن اب اُس کو اس حال میں دیکھ کر اسے خارج از امکان قرار دینا پڑا تھا۔

"کیا تم یہاں تنہا ہو۔" عمران نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"میں نہیں جانتا" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "بس کبھی کبھی جیگوار کی آواز سنتا رہتا ہوں! وہ مجھ سے معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کلاراڈکسن کہاں ہے! لیکن کیا تم پھر قیدی بنا لئے گئے ہو مسٹر عمران"

عمران نے اسے بتایا کہ وہ کس طرح اس جزیرے میں پہنچا تھا۔

"تب تو تمہارے ساتھی ضرور حملہ آور ہوں گے مسٹر عمران"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن میں تمہارے لئے کیا کروں۔ اگر میرے ساتھیوں کے ہتھے چڑھ گئے تو میری حکومت کے قیدی بن جاؤ گے" عمران نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں" رابرٹو نے دردناک لہجے میں کہا۔

"میں کچھ نہ کچھ ضرور کر سکوں گا" عمران نے کہا "لیکن تمہیں اپنی تنظیم سے علیحدگی اختیار کرنی ہوگی"

"اگر تم کسی طرح مجھے اس زنجیر سے نجات دلا سکو تو میں تمہارے ساتھیوں کے حملے سے قبل ہی فرار ہو سکتا ہوں"

"وہ کس طرح"

"یہ میں ابھی نہیں بتاؤں گا"

"فرار ہو کر جاؤ گے کہاں...؟" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

"فی الحال یہ بھی نہیں بتاؤں گا"

"اچھا تو پھر مجھے بھی ساتھ لے چلنے کا وعدہ کرو" عمران بولا۔

"بڑی عجیب بات کہہ رہے ہے!" رابرٹو نے حیرت سے کہا۔

"میں اپنے آدمیوں سے فی الحال دور رہنا چاہتا ہوں۔ اور مجھے جیگوار سے زیادہ کلارا کی تلاش ہے"

"کیوں مسٹر عمران!"

"یہ ابھی نہیں بتا سکتا"

"تو تم میرے ساتھ چلو گے"

"یقیناً۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میرے آدمی اس جزیرے پہ لینڈ کریں تو میں انہیں یہاں نہ ملوں"

"تم سے خوف معلوم ہوتا ہے مسٹر عمران"

"کس قسم کا خوف...؟"

"کہیں اور لے جا کر غرق نہ کر دو"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہاں تو اس حال میں تمہیں قتل بھی کر سکتا ہوں۔ بس ایک بڑا سا پتھر اٹھاؤں اور تمہارے سر پہ دے ماروں"

"یہ بھی ٹھیک ہے مسٹر عمران۔ اچھی بات ہے۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گا"

اس کے پیر میں وہ زنجیر ایک قفل کے ذریعے ڈالی گئی تھی۔ عمران نے قفل کا جائزہ لیا اور پھر دفعتہً چونک کر رابرٹو کو غور سے دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے مسٹر عمران۔ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو"

"تم یہاں کب سے قید ہو؟"

"کوئی ایک ہفتے سے"

"تمہارے کھانے پینے کا کیا انتظام ہے"

"خود پکاتا کھاتا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ زنجیر کتنی بڑی ہے۔ میں دور تک حرکت کر سکتا ہوں۔ اُدھر بائیں جانب ایک چھوٹا سا غار ہے جس میں باورچی خانے کے سارے لوازمات موجود ہیں"

عمران اُٹھ کر بتائی ہوئی سمت بڑھ گیا۔ واقعی کچھ دور پہ ایک اور دہانہ دکھائی دیا۔ اُس میں داخل ہوتے ہی رابرٹو کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ اور اس کا بھی اندازہ ہو گیا کہ وہ دھواں اسی باورچی خانے کا رہا ہوگا جسے دیکھ کر اُس نے جزیرے میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔

وہ یہاں کوئی ایسی چیز تلاش کرنے لگا جس سے قفل پہ زور آزمائی کی جا سکتی

جلد ہی ایک پن کٹر ہاتھ لگ گیا۔ جس سے کارک اسکریو اور ایک سوا بھی منسلک تھا۔ وہ پھر اسی جگہ واپس آگیا جہاں رابرٹو کو چھوڑ گیا تھا۔ اس کے قریب بیٹھ کر اس نے سرگوشی کی۔ "رابرٹو میں تمہیں اس زنجیر سے نجات دلا سکتا ہوں لیکن کچھ دیر قبل ہم بڑے غیر محتاط انداز میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ کیا ہماری آوازیں جیگوار تک نہ پہنچی ہوں گی۔ اس طرح جیسے ہم یہاں اس کی آواز سنتے رہے تھے۔"

رابرٹو فوراً ہی کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر دفعتہً زردی سی چھا گئی تھی۔ اس کو اسی حال میں چھوڑ کر عمران زنجیر کے قفل کی طرف متوجہ ہو گیا اور کنجی کے سوراخ میں سوا ڈال کر محتاط انداز میں جنبش دینے لگا پھر شاید تین منٹ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ قفل کھل گیا۔ اور رابرٹو کی ٹانگ زنجیر کے بل سے آزاد ہو گئی وہ اٹھ بیٹھا لیکن بہت زیادہ خائف نظر آ رہا تھا۔

"اب بتاؤ! فرار کی کیا صورت ہو گی؟" عمران نے سرگوشی کی۔

"مجھے وہ جگہ معلوم ہے۔ جہاں ایک انڈر واٹر اسکوٹر لنگر انداز ہے اس میں کم از کم چار آدمی آسانی سے بیٹھ سکتے ہیں۔"

"کیا تم اسے آپریٹ کر سکو گے؟" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

"بالکل کر سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے لیکن جاؤ گے کہاں؟"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ تمہیں میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔" رابرٹو نے کہا۔

"میں فائدے اور نقصان کی بات نہیں کر رہا۔ بس یہ معلوم کرنا تھا کہ جاؤ گے کہاں! جیگوار کا قیدی بننے کے بعد کوئی تمہارا دوست بھی ثابت ہو سکے گا یا نہیں۔"

"یہ سب مجھ پہ چھوڑ دو۔" اس نے کہا اور عمران کی آنکھوں میں بے یقینی دیکھ کر پھر بولا۔ "ایک محفوظ جگہ میرے علم میں ہے لیکن ... اوہ ... ہاں ایک ضروری بات تو رہ ہی گئی۔ انڈر واٹر اسکوٹر میں بیٹھ کر تم بالکل خاموش رہو گے۔"

عمران نے پُر تفکر انداز میں سر کو جنبش دی۔ وہ سوچنے لگا۔ کیا یہ ضروری تھا کہ رابرٹو اسے یہاں اس حال میں ملتا۔ پھر اس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور رابرٹو کی طرف متوجہ ہو گیا جو اب اغذیہ کے سربند ڈبے ایک تھیلے میں رکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اسی غار کی ایک طویل دراڑ میں داخل ہوئے اور کچھ دیر چلتے رہنے کے بعد پانی کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں پتھروں کو تراش کر ایک مختصر سا ڈوک بنایا گیا تھا۔ جس پہ ایک عجیب وضع کی چھوٹی سی کشتی لنگر انداز نظر آئی۔ رابرٹو نے اس کی طرف اشارہ کیا ساتھ ہی ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر خاموش رہنے کو بھی کہا تھا۔

کشتی کی بناوٹ آبدوز کی سی تھی۔ دونوں اس میں داخل ہو گئے۔ کچھ دور تک وہ پانی کی سطح پہ چلی تھی پھر غوطہ لگایا تھا۔

عمران دم بخود بیٹھا رابرٹو کو تکتا رہا۔ وہ اس چھوٹی سی آبدوز کو بڑی مہارت سے چلا رہا تھا۔ دفعتہً اس کی محدود فضا میں کسی کی آواز گونجی کون ہے؟"

رابرٹو منہ پہ رومال رکھ کر بولا۔ "تھری ففٹی ٹو ہیڈ کوارٹرز۔"

عمران دیدے نچا کر رہ گیا۔ یہ سب کچھ اسے خواب کی طرح لگ رہا تھا لیکن رابرٹو کی ہدایت کے مطابق اس نے اپنی زبان بند ہی رکھی۔

اسی طرح آدھا گھنٹہ گزر گیا آبدوز کی رفتار تیز نہیں تھی اور پھر اچانک وہ سطح آب پہ ابھر آئی۔ یہ بھی چٹانوں میں گھرا ہوا ایک چھوٹا سا ڈوک تھا۔ آبدوز ڈوک سے جا لگی اور اس کا ڈھکنا کھل گیا۔ رابرٹو نے عمران کو ڈوک پر اترنے کا اشارہ کیا۔ عمران خاموشی سے ڈوک پہ اتر گیا اور منتظر رہا کہ اب رابرٹو

بھی اُترے گا۔ لیکن دفعتہً اُبدوز کا ڈھکنا بند ہو گیا اور وہ غوطہ لگا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

دوسری چوٹ! ... عمران نے طویل سانس لے کر سوچا۔ گویا یہ چال اس لئے چلی گئی تھی کہ اُس کے آدمی اُسے تلاش نہ کر سکیں۔ یہ لوگ چکر پہ چکر دے رہے تھے۔ لیکن عمران ابھی تک احساسِ بے بسی میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔

"ہیلو مسٹر خان۔" اچانک عقب سے آواز آئی۔ "تم اس وقت میک اپ میں نہیں ہو۔ لیکن میں تمہیں پہچان سکتا ہوں۔"

عمران نے مڑ کر دیکھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پہ سیاہ فام سلواس کھڑا نظر آیا۔

"تم خاصے صحت مند نظر آ رہے ہو۔" عمران مسکرا کر بولا۔

"یہاں کب تک کھڑے رہو گے۔ میرے ساتھ چلو۔"

"ضرور، ضرور... کیپٹن سلواس! تم سے بچھڑ کر میں بہت مغموم تھا۔ بہت زندہ دل آدمی ہو۔"

وہ اس کے پیچھے چل پڑا۔ ڈوک کے سرے پہ ایک چھوٹا سا پھاٹک تھا جس سے گذر کر وہ ایک سرنگ میں داخل ہوئے۔ سرنگ میں مرکری ٹیوب کی سی دودھیا روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

"اس دوران میں کیسی گذری مسٹر خان۔" سلواس نے رُک کر اُس کے برابر ہوتے ہوئے پوچھا۔

"زیادہ اچھی نہیں گذری۔"

"مستقل طور پہ ہمارے ساتھ رہو تو ہمیشہ اچھی گذرے گی۔" سلواس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"اب تو مٹو کے جزیرے کی بات بھی ختم ہو گئی۔ پھر تمہارے ساتھ میرا کیا مصرف...!"

"تمہارا وہم ہے مسٹر خان کہ مٹو کے جزیرے کی بات ختم ہو گئی۔"

"ہو سکتا ہے، وہم ہی ہو۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ اور اُس کے ساتھ چلتا رہا۔

اس سرنگ کا اختتام دوسرے ڈوک پہ ہوا۔ جو نسبتاً پہلے ڈوک سے بڑا تھا اور یہاں کئی بڑی لانچیں لنگر انداز تھیں لیکن یہ ڈاک بھی کھلے سمندر میں نہیں تھا۔ یہاں کی تاریکی رفع کرنے کے لئے بھی وہی دودھیا روشنی استعمال کی گئی تھی۔ جس سے سرنگ روشن تھی۔

دفعتہً عمران چونک پڑا۔ کیونکہ ایک بڑی لانچ پہ اُسے اپنی بحری فوج کا نشان نظر آیا تھا۔

"کیوں مسٹر خان کس بات پہ متحیر نظر آ رہے ہو۔" سلواس نے ہنس کر پوچھا

"یہ لانچ...!"

"ہماری ہی ہے۔ ابھی ہم اسی پہ بیٹھ کر اُس جزیرے کی خبر لینے چلیں گے جہاں سے تم دونوں فرار ہوئے تھے۔"

"تو وہ فراڈ تھا۔"

"بالکل مسٹر خان۔ البرٹو اگر غداری کا مرتکب ہوتا تو ہم اُسے زندہ ہی نہ چھوڑتے۔"

"اچھا تو پھر اتنی لمبی چوڑی حماقت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔"

"پھر بتاؤں گا۔ فی الحال تم غوطہ خوری کا یہ لباس اُتار کر دوسرے کپڑے پہن لو۔"

"میرے سائز کے کپڑے کہاں ملیں گے۔"

"اگر تمہارے سائز کے نہ ہوئے تو میں منہ مانگا جرمانہ ادا کروں گا۔ مسٹر خان۔" سلواس مسکرا کر بولا۔

وہ عمران کو اسی لانچ میں لے گیا جس پہ نیوی کا نشان تھا۔ پانچ مسلح افراد اس لانچ پہ پہلے سے موجود تھے۔ عمران کو لباس تبدیل کرنے کے لئے

کیبن میں بھیج دیا گیا۔

اور کیبن میں قدم رکھتے ہی اُس پہ چودہ طبق روشن ہو گئے۔ سامنے ہی کلارا ڈکسن کھڑی نظر آئی۔ وہ ایک وارڈ روب کا دروازہ کھول کر برآمد ہوئی تھی اور ہونٹوں پہ اس طرح انگلی رکھے ہوئے تھی۔ جیسے عمران کو خاموش رہنے کی تاکید کر رہی ہو۔

عمران نے تیزی سے مڑ کر کیبن کا دروازہ بولٹ کر دیا۔ کلارا دوسری الماری کی طرف اشارہ کر کے پھر اُسی الماری میں داخل ہو گئی جس سے برآمد ہوئی تھی۔

عمران نے دوسری الماری کھولی جس میں مردانہ ملبوسات موجود تھے۔

عمران نے ایک پینٹ اور قمیض نکالی۔

واقعی یہ دونوں اُسی کے سائز کے ثابت ہوئے تھے۔ لباس تبدیل کر کے وہ اُس الماری کی طرف متوجہ ہوا جس میں کلارا ڈکسن داخل ہوئی تھی۔ ہولے ہولے اُسے انگلی سے کھٹکھٹایا لیکن دروازہ نہ کھلا۔ پھر خود عمران نے اُسے کھولنے کی کوشش کی تھی۔ اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر اس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور کیبن کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازہ کھول کر ڈیک پر آیا۔ سلواس یہاں موجود تھا۔

”کیوں مسٹر خان کیا میں نے غلط کہا تھا“۔ اُس نے ہنس کر پوچھا۔

”نہیں مسٹر سلواس لباس حیرت انگیز طور پر فٹ ہے“۔

”ہماری مہمان نوازی کی داد دو“۔

”اس کا تو میں پہلے ہی سے قائل ہوں“۔ عمران نے کہا۔

”تم میک اپ کے ماہر ہو مسٹر خان۔ اگر اپنی شکل تبدیل کر لو تو ہم اور زیادہ مہمان نواز ثابت ہو سکیں گے“۔

”میرے پاس میک اپ کا سامان موجود نہیں ہے“۔

”کیبن میں براؤن رنگ کے سوٹ کیس میں اعلیٰ درجے کا سامان موجود ہے“۔

”آخر میک اپ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں تمہارا قیدی ہوں۔ جس طرح چاہو رکھو“۔

”ہرگز نہیں مسٹر خان! تم قیدی نہیں ہو!“

”لیکن میک اپ کیوں؟“

”تاکہ اطمینان سے ہمارے ساتھ رہ سکو۔ اور تمہارے ساتھی تمہیں دیکھیں بھی تو نہ پہچان سکیں“۔

عمران سوچ رہا تھا کہ آخر وہ ان مردودوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر کیوں رہ گیا ہے۔ لیکن بہرحال یہ تو دیکھنا ہی تھا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔

اس نے کیبن کا دروازہ بولٹ کر دیا۔ لیکن میک اپ کے سامان کا صندوق تلاش کرنے کی بجائے اُسی الماری پہ زور آزمائی کرنے لگا جس میں کلارا ڈکسن داخل ہوئی تھی۔ اس بار اُس کا دروازہ کھل گیا اور کلارا سامنے کھڑی نظر آئی۔ لیکن ہونٹوں پہ انگلی رکھے عمران کو خاموش رہنے کا اشارہ کئے جا رہی تھی۔ عمران احمقانہ انداز میں اُسے دیکھتا رہا۔ وہ الماری سے باہر نکل آئی۔ اس بار اس کے ہاتھوں میں پنسل اور ایک عدد رائٹنگ پیڈ تھا۔ اُس نے پیڈ پہ لکھنا شروع کیا۔ ”مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ میں جیگوار کو تلاش کر کے مار ڈالنا چاہتی ہوں“۔

عمران نے اُس کے ہاتھ سے پنسل لے کر لکھا۔ ”کیا سلواس تمہارا ہی آدمی ہے“۔

کلارا نے جواباً لکھا۔ ”نہیں اُسے علم نہیں ہے کہ میں یہاں ہوں۔ لیکن تم یہاں کیونکر پہنچے“۔

عمران نے مختصراً اپنی گرفتاری کی روداد لکھ دی۔ اس پہ کلارا نے

لکھا۔ "میں نہیں جانتی کہ ایسا کیوں ہوا اور جیگوار کیا چاہتا ہے۔ بہرحال تم فی الحال وہی کرو جو تم سے کہا جا رہا ہے اور قطعی بے فکر رہو۔ میں تمہارے قریب ہی رہوں گی۔ تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ میں خود بھی دیکھنا چاہتی ہوں کہ جیگوار تمہارے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔"

عمران نے اس سے پنسل لے کر پیڈ پر لکھا "تمہاری وجہ سے وہ سمجھتا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان کچھ ہو گیا ہے۔ کئی بار مجھے دھمکیاں دے چکا ہے کہ اگر تم جلد ہی اس کے ہاتھ نہ لگیں تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔"

کلارا نے براؤن سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا اور پھر اسی الماری میں داخل ہو گئی جس سے برآمد ہوئی تھی۔

الماری کا دروازہ بند ہوتے ہی عمران کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ براؤن رنگ کے سوٹ کیس کی طرف بڑھ گیا۔ واقعی اس میں میک اپ کا جدید ترین سامان موجود تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے اپنا حلیہ تبدیل کرنے لگا۔ اور اسی دوران میں لانچ بھی حرکت میں آ گئی۔

"دیکھا جائے گا۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور کیبن کا دروازہ کھول کر ڈیک پر آ گیا۔ لانچ کھلے سمندر میں نکل آئی تھی۔ سلواس عمران کے قریب پہنچ کر تعریفی لہجے میں بولا۔ "واہ مسٹر خان تمہارا جواب نہیں ہے، باس تمہاری بہتیری صلاحیتوں کا دل سے قائل ہے۔"

"کسی بھوت کو تم باس کہتے وقت کیا محسوس کرتے ہو" عمران نے سوال کیا۔

"کیا مطلب...!"

"وہ محض ایک آواز ہے۔ آج تک کسی نے اسے دیکھا نہیں۔"

"یہ اس کا طریق کار ہے مسٹر خان! ہو سکتا ہے کہ وہ میرے کسی ماتحت کی حیثیت سے اسی لانچ پر موجود ہو۔"

"اچھا تو پھر۔ تم مجھے ہی اپنا باس سمجھ لو۔" عمران نے کہا۔

"نن... نہیں۔" سلواس بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور ٹھیک اسی وقت لاؤڈ اسپیکر سے جیگوار کی آواز آئی۔ "کیپٹن سلواس تم اس کے کہنے میں نہ آؤ۔"

"بہت جلد بوکھلا گئے مسٹر جیگوار۔" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

"تم اول درجے کے مکار ہو۔"

"بدتمیزی نہیں مسٹر جیگوار۔ ورنہ تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔" عمران کا لہجہ بے حد جارحانہ تھا۔ سلواس حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

"میرا خیال ہے مسٹر عمران کہ تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہو۔" جیگوار کی آواز آئی اور عمران نے حقارت سے کہا۔

"تم سے پہلے بھی بہتیرے افراد میرے بارے میں یہی رائے ظاہر کر چکے ہیں۔ ویسے میں یہ ضرور معلوم کرنا چاہوں گا کہ رابرٹو والے ڈرامے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں چاہتا تھا کہ تم تنہا یا اپنے کچھ آدمیوں کے ساتھ اس جزیرے میں داخل ہو جاؤ۔"

"بس اتنی سی بات! اب تم بتاؤ کہ اپنی ذہنی حالت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"؟

"میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں مسٹر عمران۔ دراصل میں اس جزیرے کی تباہی چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" عمران چونک پڑا۔

"ہم تمہارے ساتھیوں کو باور کرا دیں گے کہ تم اس جزیرے سے فرار

ہو چکے ہو۔ پھر وہ اس خیال سے جزیرے پر بمباری کریں گے کہ میرے ساتھی کمین گاہوں سے نکل کر بھاگیں"۔

"لیکن اب اس جزیرے میں کوئی بھی نہیں ہے" عمران نے کہا۔

"قطعی نہیں مسٹر عمران لیکن وہاں ایسی علامات پائی جائیں گی جن کی بنا پر یہی سوچا جا سکے گا کہ وہاں کچھ لوگ چھپے ہوئے ہیں"۔

"پونڈ دو پونڈ وزنی بموں سے جزیرہ تباہ نہیں ہو سکے گا" عمران نے کہا۔

لاؤڈ اسپیکر سے قہقہے کی آواز آئی اور پھر جیگوار کہتا سنائی دیا۔

"صرف ایک معمولی سا بم پورے جزیرے کو غرق کر دے گا۔ اور اتنا زبردست تموّج ہو گا مسٹر عمران کہ آس پاس کے جزیرے بھی غرق ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ متو کے جزیرے پر بھی پانی اچھل جائے۔ در اصل میں اس جزیرے کو تمہی لوگوں کے ہاتھوں سے تباہ کرانا چاہتا ہوں"۔

"بھلا ایک معمولی سا بم اتنے بڑے جزیرے کی غرقابی کا باعث کیونکر ہو سکے گا" عمران نے مردہ سی آواز میں سوال کیا۔

"بہت ہی خوفناک قسم کے آتشگیر مادے کا ذخیرہ اُس جزیرے میں موجود ہے۔ در اصل وہی اُس کی تباہی کا باعث بنے گا اور تمہارے آدمی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ جائیں گے"۔

"اور تم اسے راز بھی رکھنا چاہو گے کہ جزیرے کی غرقابی کی اصل وجہ کیا تھی"۔

"یقیناً مسٹر عمران"۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب میری رہائی ناممکن ہو گی"۔

"تم صحیح نتیجے پر پہنچے ہو مسٹر عمران" جیگوار کی آواز آئی اور پھر سناٹا چھا گیا۔

لانچ خاصی تیز رفتاری سے سمندر کا سینہ چیر رہی تھی۔ سلواس کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "ہم سب اس خوفناک تموّج سے بچنے کے لئے بھاگ رہے ہیں جو اس جزیرے کی تباہی کے بعد برپا ہو گا۔ جلد از جلد ان پانیوں سے نکل جانا چاہتے ہیں"۔

عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ ضروری نہیں کہ کوسٹ گارڈز کے ہیلی کوپٹرز سے اُس جزیرے پر بمباری کی جائے۔ آخر جیگوار کس بنا پر اتنا پُر تیقن ہے۔ وہ سوچتا اور چاروں طرف نظریں دوڑاتا رہا۔ آس پاس کچھ اور لانچیں بھی تھیں اور اب اُن پر بھی اپنی ہی بحری فوج کے نشانات نظر آ رہے تھے۔

"اب ہم کہاں جائیں گے۔ مسٹر سلواس" عمران نے پوچھا۔

"ابھی اس سے متعلق کوئی حکم نہیں ملا" سلواس نے کہا اور کیبن کی طرف مڑ گیا۔ اُس نے عمران کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت نہیں دی تھی۔ لیکن عمران اُسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ اس لئے اُس کے ساتھ ہی چل پڑا۔ کیبن میں پہنچ کر سلواس نے بے حد خشک لہجے میں کہا "میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ تم باہر جاؤ"۔

"میں بھی آرام کرنا چاہتا ہوں۔ باہر نہیں جاؤں گا" عمران نے اس سے بھی زیادہ خشک لہجہ اختیار کیا۔

"کیا مطلب!" سلواس آنکھیں نکال کر بولا۔ "تم میرا حکم نہیں مانو گے۔؟"

"تم میں رکھا ہی کیا ہے کہ میں تمہارا حکم مانوں گا" عمران نے حقارت سے کہا۔ سلواس مُکا تان کر اُس کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ عمران نے پینترا بدل کر اس کی بائیں کنپٹی پر ایک جچا تلا ہاتھ رسید کر دیا۔

سلواس لڑکھڑا کر گرا تو پھر نہ اُٹھ سکا۔ عمران نے اُسی وارڈروب کو

کھول کر چند ٹائیاں نکالیں جن سے کچھ دیر قبل اپنے لیئے ملبوس لٹکائے تھے اور پھر انہی ٹائیوں سے بیہوش سلواس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے۔ اتنے میں یہ بھی یاد آگیا کہ میک اَپ کے سامان والے بیگ میں اڈھیسیو ٹیپ کا ایک رول بھی موجود تھا۔ اس نے جلدی سے ٹیپ کا ایک ٹکڑا کاٹا اور سلواس کے ہونٹوں پہ چپکا دیا۔ پھر اسے تو اٹھا کر ایک آرام کرسی پر ڈال دیا اور خود بستر پر لیٹ کر سیٹی بجانے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور تھوڑی ہی دیر میں اُس کی آنکھ بھی لگ گئی۔

پتا نہیں کتنی دیر تک سوتا رہا۔ پھر کسی نے جھنجھوڑ کر اُسے جگا دیا۔ یہ کلارا ڈکسن تھی۔ عمران اٹھ بیٹھا اور فوری طور پہ اس کرسی کی طرف متوجہ ہو گیا جس پہ سلواس کو ڈالا تھا۔ لیکن کرسی خالی نظر آئی۔ پورے کیبن میں کہیں بھی سلواس نہ دکھائی دیا۔

وہ جواب طلب نظروں سے کلارا کی طرف دیکھنے لگا۔ کلارا نے پھر رائٹنگ پیڈ اٹھایا اور اس پہ پنسل سے لکھنے لگی۔

„فکر نہ کرو۔ وہ اُسی الماری میں بند ہے جس میں کچھ دیر قبل میں پوشیدہ تھی۔ تم نے اُس سے اس قسم کا برتاؤ کر کے میرے لئے دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔"

عمران نے اس سے پنسل لے کر لکھا۔ „میری حرکتیں اَب اسی طرح بے مقصد ہوتی جائیں گی۔ ابھی تو ابتدا ہے۔ لیکن ہم جا کہاں رہے ہیں۔"

„میں نہیں جانتی۔" کلارا نے لکھا۔ „کچھ دیر بعد سلواس کے آدمیوں کو اُس کی تلاش ہو گی اور تم دشواری میں پڑ جاؤ گے۔"

„تم کس دن کام آؤ گی۔" عمران نے لکھا۔

„میں تنہا ہوں۔ اور جیگوار کے ساتھ بڑی جمعیت ہے۔" کلارا نے لکھا۔

„بس تو پھر اَب مجھے غرق ہو جانا چاہیئے۔" عمران نے لکھا۔

„ایسا بھی نہیں ہے۔ میں کوئی تدبیر کروں گی۔" کلارا نے کہا۔

„تم نے جیگوار کی گفتگو سنی ہو گی۔ آخر وہ اس جزیرے کی تباہی کا خواہاں کیوں ہے؟" عمران نے لکھا۔

„میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

„ضروری نہیں ہے کہ کوسٹ گارڈز سے جزیرے پہ بمباری کی حماقت سرزد ہو۔"

„جیگوار فراڈ ہے۔" کلارا نے لکھا۔ „اُس کی کسی بات پہ اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اور میں تو اَب اس نتیجے پہ پہنچ رہی ہوں کہ وہ ڈبل ایجنٹ ہے دونوں سپر پاورز کے لئے کام کر رہا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں دونوں کو بیوقوف بنا کر اپنے بینک بیلنس میں اضافہ کر رہا ہے۔"

„اور تم اپنی تنظیم کی وفادار ہو۔" عمران نے لکھ کر پوچھا۔

„ابھی تک تو میں غداری کی مرتکب نہیں ہوئی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میں تمہاری مدد سے اُسے بے نقاب کرنا چاہتی ہوں۔"

عمران نے اس بار کچھ نہ لکھا۔ اور اس کی آنکھوں میں گہرے احمقانہ تاثرات ابھر آئے۔ کلارا اُسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ آخر خود اس نے لکھنا شروع کیا۔ „سلواس کے ساتھ ایسا برتاؤ کر کے تم نے اچھا نہیں کیا اس کی غیر حاضری سے اُس کے پانچوں ساتھی تشویش میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

„میں اُنہیں بھی ٹھکانے لگا سکتا ہوں۔ عمران نے لکھا۔

„لیکن میں خون خرابہ نہیں چاہتی۔"

„تو پھر تم ہی کوئی تدبیر سوچو۔"

„تدبیر یہی ہو سکتی ہے کہ اب انہیں بھی بے ہوش رکھا جائے۔" کلارا نے لکھا اور پھر انہیں بے ہوش کرنے کے لئے اُس نے کیبن کے ایک حصّے سے شراب کی دو بوتلیں برآمد کی تھیں۔ اور اُن میں کوئی اور سیال مادہ انجکٹ

کیا تھا۔ عمران خاموشی سے ساری کارروائی دیکھتا رہا۔

کلارا نے تحریر ہی کے ذریعے اُسے یہ بھی بتایا کہ وہ کس طرح دونوں بوتلوں کو اُن پانچوں تک پہنچا سکتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد عمران دونوں بوتلیں بغل میں دبائے اور آدھی بوتل ہاتھ میں لئے جھومتا ہوا کیبن سے باہر آیا اور سیدھا انجن روم میں چلا گیا۔ پانچوں یہاں موجود تھے۔

"تم بھی پیو۔ کیپٹن بہت خوش ہے۔" عمران نے بغل میں دبی ہوئی بوتلوں کی طرف اشارہ کیا۔

وہ بھی مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمران سے دونوں بوتلیں لے لی گئیں۔ عمران پھر جھومتا ہوا کیبن میں پلٹ آیا۔

کلارا آرام کرسی پر نیم دراز تھی اُسے دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی۔ عمران بیحد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ آدھی بوتل اس نے کپ بورڈ پر رکھ دی اور کلارا کے سامنے بیٹھ کر اُسے اس طرح دیکھنے لگا۔ جیسے وہ اب کوئی نیا شعبدہ دکھانے والی ہو۔

دفعتہً کلارا نے پیڈ پر لکھنا شروع کیا۔ "اب یہ ضروری ہے کہ میں سلواس کی آواز میں تم سے تھوڑی سی گفتگو کر ڈالوں ورنہ مسلسل خاموشی جیگوار کو شبہے میں مبتلا کر سکتی ہے۔"

عمران شانے سکوڑ کر رہ گیا۔ اور کلارا ہو بہو سلواس کی آواز میں بولی۔ "اُوہ... تم سوئے نہیں مسٹر خان! میں تو گہری نیند سو گیا تھا۔"

عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "مجھے اس طرح نیند نہیں آیا کرتی مسٹر سلواس۔"

"پھر بھی دن میں بھی تھوڑا بہت آرام کرنا ہی چاہئے۔"

"سب ٹھیک ہے۔ تم تو گھوڑے بیچ کر سوئے تھے۔ اب یہ بتاؤ کہ اس سفر کا اختتام کب ہوگا۔ کیا ہم ابھی تک اُن حدود سے نہیں نکل سکے۔ جہاں یہ لانچ توجہ کا شکار ہو جائے گی۔"

"اُوہ... وہ بات تو بہت پیچھے رہ گئی۔" جواب ملا۔ "وہاں تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ہوگا۔"

"میں اس کی تصدیق چاہتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب...؟"

"میرے آدمی اتنے احمق نہیں ہو سکتے کہ اُس جزیرے پر بمباری کر دیں۔"

"میں تصدیق کر لوں گا۔ تم بے فکر رہو مسٹر خان۔" کلارا نے کہا۔ حیرت انگیز طور پر وہ سلواس کی آواز کی نقل کر رہی تھی۔

اس نے کاغذ پر لکھا۔ "اب جا کر دیکھو۔ وہ پانچوں کس حال میں ہیں۔ اُن کی بے ہوشی کو طول دینا پڑے گا۔"

عمران کو عرشے ہی پر چار آدمی تو بے ہوش پڑے ملے۔ لیکن پانچواں کہاں تھا؟ عمران انجن روم کی طرف بڑھا۔ پانچواں بہ ہوش و حواس لانچ کو چلا رہا تھا۔ اُس کی پشت عمران کی طرف تھی۔ لہٰذا وہ چپ چاپ کیبن کی طرف پلٹ گیا اور کلارا کو اس کی اطلاع دی۔

"تم فکر نہ کرو۔ اُسے میں دیکھ لوں گی۔" کلارا نے رائٹنگ پیڈ پر لکھا اور کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

عمران کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر ٹانگیں ہلانے لگا۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے وہ خود بھی اُنہی میں سے ہو۔ آنکھوں میں ذرہ برابر بھی تشویش کے آثار نہیں پائے جاتے تھے۔

کچھ دیر بعد مائیکروفون سے سلواس کی آواز آئی۔ "مسٹر خان انجن روم میں آ جاؤ۔"

عمران طویل سانس لے کر اُٹھ بیٹھا۔ انجن روم میں پہنچ کر اُس نے دیکھا

کہ پانچواں آدمی بھی فرش پر اوندھا پڑا ہوا ہے۔

کلارا نے عمران کو اشارہ کیا کہ وہ پانچوں بے ہوش آدمیوں کو کیبن میں پہنچا کر اس کا دروازہ مقفل کر دے۔ اس بیگار کو بھی بھگتنا ہی پڑا پھر وہ انجن روم میں کلارا کے قریب ہی آ کھڑا ہوا۔ اور کلارا اس سے سلواس کی آواز میں گفتگو کرتی رہی۔

"مسٹر سلواس آخر اس سفر کے اختتام کی بھی کوئی صورت ہوگی یا نہیں..."

"احکامات پر منحصر ہے مسٹر خان۔ ہمیں اُس وقت تک چلتے رہنا ہے۔ جب تک کہ باس کی طرف سے کوئی نیا حکم نہ ملے۔"

عمران آہستہ آہستہ اپنا سر سہلانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد مائیک سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے مخصوص اشاروں میں کوئی پیغام ہو۔ کلارا اُسے بغور سننے لگی۔ اور جب اُن اشاروں کا سلسلہ ختم ہو گیا تو سلواس کی آواز میں بولی۔

"بات بن گئی ہے مسٹر خان! اب مجھے منزل کا علم ہو گیا ہے۔"

"لیکن میرا کیا حشر ہوگا مسٹر سلواس۔"

"اس کا فیصلہ باس ہی کرے گا۔"

"تمہارا باس مجھے کوئی دیوانہ آدمی معلوم ہوتا ہے۔ وہ تمہیں بھی ڈبوئے گا۔ اسے یاد رکھنا۔"

"مسٹر خان۔!" غصیلے لہجے میں کہا گیا۔ "زبان کو لگام دو۔ ہم باس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتے۔"

عمران کلارا کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔ وہ بھی مسکرائی تھی۔ کچھ دور سیدھے ہی چلتے رہنے کے بعد اس نے لانچ کا رُخ بائیں جانب موڑ کر نصف دائرہ بنایا اور پھر اُسے خط مستقیم پر لے آئی۔ رفتار میں بھی کسی قدر تیزی آئی تھی۔ عمران خاموشی سے سب کچھ دیکھتا رہا۔ اُس کی آنکھوں سے بے اطمینانی مترشح نہیں ہوتی تھی۔

دفعتہً کلارا نے پھر کاغذ پر لکھنا شروع کیا۔ "میں نے بذریعہ سگنل ہیڈ کوارٹر کو مطلع کر دیا ہے کہ ہدایت کے مطابق لانچ بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ جائے گی۔ لیکن حقیقتہً میں اب اسے اپنی کمین گاہ کی طرف لے جا رہی ہوں وہاں میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا۔

عمران نے اس طرح سر ہلایا تھا جیسے یہ اطلاع اُس کے لئے بیحد مسرت کا باعث ثابت ہوئی ہو۔

لانچ تیزی سے مسافت طے کرتی رہی۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔

"مسٹر سلواس! کیا ہم کافی نہیں پئیں گے۔" عمران نے کہا۔

"ضرور۔ ضرور... لیکن میرے آدمی اس سلسلے میں بہت بدسلیقہ ہیں۔ اگر تم خود تکلیف کرو مسٹر خان تو بہتر ہوگا۔ کچن میں چلے جاؤ۔"

"اچھا... اچھا! میں خود ہی دیکھتا ہوں۔"

عمران کچن میں چلا آیا۔ کافی تیار کرنے کے دوران میں اس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار نظر آتے رہے تھے۔ جلد ہی وہ پھر کافی پاٹ اور پیالیوں سمیت انجن روم میں واپس آ گیا۔

"اوہ مسٹر خان۔ بہت بہت شکریہ۔" کلارا نے سلواس کی آواز میں کہا۔ "لیکن تم کسی قدر پریشان نظر آ رہے ہو! کیا بات ہے؟"

"صرف ایک الجھن ہے مسٹر سلواس۔ آخر تمہارا باس مجھ سے کیا چاہتا ہے۔"

"میرا باس دشمنوں کو دوست بنانے کا ماہر ہے مسٹر خان۔ شائد وہ تمہیں دوست بنانا چاہتا ہے۔ ورنہ تم کبھی کے غرق ہو چکے ہوتے۔"

"میری دوستی سے اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکے گا۔"

"ان مسائل کو تو وہی جانے مسٹر خان۔ میں بھی کبھی اُس کا دشمن ہی تھا۔

لیکن اب اس کی خدمت کرنے میں فخر محسوس کر رہا ہوں۔"

عمران نے خاموشی اختیار کر لی۔ اُدھر لانچ کی رفتار بھی کم ہو گئی تھی۔ اور پھر چاروں طرف مکمل تاریکی چھا گئی۔

انجن روم میں صرف ایک بلب روشن تھا۔ کلارا عمران کی طرف دیکھ کر مسکرائی لیکن کچھ بولی نہیں۔

پھر اس نے لانچ کا انجن بند کر دیا۔ اور کاغذ پر لکھنے لگی۔ "میں کمین گاہ میں پہنچ گئی ہوں۔ تم عرشے پر چل کر ٹارچ سے روشنی دکھاؤ تاکہ میں لنگر ڈال سکوں۔"

عمران اٹھ گیا۔ ایک طاقتور برقی ٹارچ اس کے ہاتھ میں تھما دی گئی۔ پھر مختصر سے تاریک ڈوک سے لانچ جا لگی تھی۔ اس کے بعد وہ دونوں ڈوک پر اتر گئے اور کلارا نے ٹارچ عمران کے ہاتھ سے لے لی۔ ڈوک سے گذر کر وہ ایک تنگ سے درے میں داخل ہوئے۔ کلارا روشنی دکھا رہی تھی۔ اچانک ایک جگہ بڑے بڑے پتھروں کے ڈھیر سے راستہ مسدود ہو گیا۔

"اوہ۔ شاید یہاں اس دوران میں زلزلہ آیا تھا۔" کلارا اپنی اصل آواز میں بولی۔ اور عمران کے ہاتھ میں ٹارچ تھماتے ہوئے کہا۔ "تم روشنی دکھاؤ۔ میں راستہ بناتی ہوں۔"

"تم راستہ بناؤ گی۔" عمران نے حیرت سے کہا اور ٹارچ کا رُخ پتھروں کے ڈھیر کی طرف کر دیا۔ "یہ پتھر کئی کئی من وزنی رہے ہوں گے۔"

"ہاں۔ دیکھو کس طرح راستہ بناتی ہوں۔" اس نے کہا اور پتھروں کے ڈھیر کی طرف اپنی وہی دونوں ہنگم انگلیاں بڑھائیں جن کی بدنمائی کی بنا پر ہر وقت دستانہ پہنے رہتی تھی۔

اور ان دونوں انگلیوں کے حرکت میں آتے ہی وزنی پتھر اچھل اچھل کر اس طرح ایک طرف گرنے لگے جیسے وہ روئی کے گالے ہوں۔

دیکھتے ہی دیکھتے راستہ صاف ہو گیا۔ اور کلارا آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

"دیکھا تم نے۔ بس اسی طرح روشنی دکھاتے ہوئے میرے پیچھے چلے آؤ۔"

"ہاں مجھے اس پر حیرت نہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ تم بھی سنگزاد ہو۔" عمران نے کہا۔

"نہیں اس صلاحیت کا تعلق کرسٹلز سے نہیں ہے۔ میں ایسی صورت میں اُس مرکزی مشین سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی جو میری کھال کو صلابت بخشتی ہے اور میں فولاد سے ٹکرا سکتی ہوں۔"

"کیسی صورت میں۔" عمران نے پوچھا۔

"ایسی صورت میں جبکہ میں جیگوار سے چھپتی پھر رہی ہوں۔ اگر میں نے اُس مرکزی مشین سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تو میری نشاندہی ہو جائے گی اور جیگوار کسی بدروح کی طرح مجھ پر مسلط ہو جائے گا۔"

"تب پھر تم واقعی حیرت انگیز ہو۔" عمران نے کہا۔

"میری یہ دونوں بدنما انگلیاں قدرتی طور پر ایسی ہیں۔ میں ان سے موٹی موٹی لوہے کی سلاخیں موڑ سکتی ہوں۔"

"خطرناک انگلیاں..."

"ہاں تم انہیں خطرناک بھی کہہ سکتے ہو۔ کیونکہ میں ان سے قتل بھی کر سکتی ہوں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ درے کا اختتام ایک غار کے دہانے پر ہوا تھا۔ کلارا دہانے میں داخل ہو گئی۔ عمران اب بھی عقب سے روشنی دکھا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں انہیں قیام کرنا تھا۔ کلارا نے دو کیروسین لیمپ روشن کر دیئے۔

یہاں پتھر ہی میں نشست گاہیں تراشی گئی تھیں۔ اور ان پر چرمی گدے پڑے ہوئے تھے۔

"تو یہ ہے تمہاری کمین گاہ" عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا

"بیٹھ جاؤ" کلارا نے ایک نشست گاہ کی طرف اشارہ کیا۔

عمران اسے بغور دیکھتا ہوا بیٹھ گیا۔

"جگوار اگر وہاں تک پہنچ گیا تو اُسے تباہ کر دے گا" وہ آہستہ سے بولی۔

"کہاں تک پہنچ گیا تو کسے تباہ کر دے گا؟"

"تمہارے ایٹمی ری پروسسنگ پلانٹ کو حالانکہ ہم سے صرف اتنا کہا گیا تھا کہ ہم اس کے نصب کئے جانے کی جگہ کا پتا لگا کر اپنی رپورٹ پیش کر دیں۔ لیکن وہ اسے تباہ کر دے گا۔ کیونکہ اس نے تمہارے ایک حریف ملک سے رشوت لے لی ہے۔"

"اوہو۔ تو وہ گرین فائیل تھرٹین کا قصہ..." عمران نے اپنے لہجے میں بہت زیادہ حیرت پیدا کر کے سوال کیا۔

"وہ محض الجھانے والی چیز تھی۔ ہمیں تمہارے کسی بھی سیکرٹ سے کوئی سروکار نہیں۔ سوائے ایٹمی ری پروسسنگ پلانٹ کے۔"

"جس کا کوئی وجود نہیں ہے۔" عمران ہنس کر بولا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی "تم جانتے ہو کہ اُسے کہاں نصب کیا گیا ہے۔"

"اسی غلط فہمی کی بنا پر تم لوگ مجھے دوڑاتے پھر رہے ہو۔" عمران نے کہا اور مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنس پڑا۔

"جگوار کو محض اسی لئے میری تلاش ہے کہ کہیں میں تم لوگوں کو اصل معاملے سے آگاہ نہ کر دوں؟ یقین کرو۔ اگر وہ وہاں تک پہنچ گیا تو اُسے تباہ کر دے گا۔"

"اور اگر تم پہلے پہنچ گئیں تو..."

"میں صرف اپنی رپورٹ دوں گی جس میں جگہ کی نشاندہی کی گئی ہو گی۔"

"سوال تو یہ ہے کہ اتنے دنوں کی چکر بازیوں کے بعد اب تم ایٹمی پلانٹ کا قصہ سنا رہی ہو۔ اصلیت کیا ہے کلارا ڈکسن۔ اب میں صرف سچی بات سننا پسند کروں گا۔"

"اوہو۔ تم تو اس انداز میں گفتگو کر رہے ہو جیسے مجھے گرفتار کر لیا ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔"

کلارا ڈکسن نے زوردار قہقہہ لگایا۔ اور عمران نے کہا "تم لوگوں نے بڑا لمبا کھڑاگ پھیلایا ہے۔ اگر کسی ایٹمی پلانٹ کی تلاش تھی تو یہ کام بڑی خاموشی سے ہو سکتا تھا سنگزادو والے ہنگامے قطعی غیر ضروری تھے۔"

"اچھا تو پھر تم کیا سمجھتے ہو۔"

"یہ بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے ڈاکٹر فوریل کی بات ہو جائے۔"

"اس کی کیا بات کرو گے۔" کلارا نے کہا۔

"وہ محض اس مرکزی مشین کی نگران ہے۔ جو سنگزادوں کو کنٹرول کرتی ہے چونکہ مشین کا دائرہ کار محدود ہے۔ لہٰذا جہاں کہیں بھی تم لوگوں کو سنگزاد کا شعبدہ دکھانا ہوتا ہے وہاں سے مخصوص فاصلے پر اُس مشین کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ سنگزاد کا ہنگامہ شہر میں برپا کرنا تھا اس لئے یہیں ڈاکٹر فوریل والا ڈرامہ بھی کھیلا گیا۔"

"سامنے کی بات ہے۔" کلارا پھر ہنس پڑی اور پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولی "تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ عمران۔ میں تو تمہیں بہت عقلمند سمجھتی تھی۔ مجھے بتاؤ وہ پلانٹ کہاں ہے تا کہ میں اُس کی حفاظت کر سکوں۔"

"اگر وہ کہیں ہے بھی تو مجھے قطعاً علم نہیں کہ کہاں ہے۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان ہنگامہ خیزیوں کا اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا کہ ہمیں از سر نو مرعوب کیا جائے۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ہمارے دست نگر ممالک ہم سے بہر حال مرعوب رہتے ہیں۔ تمہارا ملک بھی اُن میں شامل ہے۔"

"میں اس عام مرعوبیت کی بات نہیں کر رہا۔ جس میں قرضدار مبتلا ہوتے ہیں۔" عمران نے پُر تفکر لہجے میں کہا "یہاں بات دوسری ہے۔ اس علاقے کے سیاسی حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم غیر جانبدار رہیں۔ لیکن تم ان حالات

میں بھی ہمیں اپنا حاشیہ بردار بنائے رکھنا چاہتے ہو۔ اس لئے تم نے سنگزادوں کا چکر چلایا تھا۔ خصوصیت سے مسلح افواج کو اُن کا نمونہ دکھانے کی کوشش کی تھی۔ محض یہ باور کرانے کے لئے تم ہمیں ہر طرح مجبور کر سکتے ہو۔ ایک سنگزاد بڑے سے بڑے مورچے کو تہ و بالا کر کے رکھ دے گا۔ لیکن کیا ہوا ایک سنگزاد کا حشر تو تم دیکھ ہی چکی ہو۔ سنو کلارا۔ ہم من حیث القوم احسان مند تو ہو سکتے ہیں لیکن ہمیں کسی طرح کی بھی غلامی قبول نہیں۔"

"خدا کے لئے خاموش رہو۔" کلارا ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ "تم خواہ مخواہ سیاست کے میدان میں دوڑ لگا رہے ہو۔ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اور جیگوار کو زیادہ سے زیدہ موقع مل رہا ہے۔ پانچ آدمیوں کو اس کا علم ہے کہ ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کہاں نصب کیا گیا ہے۔ چار تک ہماری رسائی ممکن نہیں۔ پانچویں تم ہو۔"

"تمہاری فراہم کردہ اطلاع غلط ہے۔ مجھے ایسے کسی پلانٹ کا علم نہیں جو دوسروں سے پوشیدہ ہو۔"

"کیا تم ہی ایکسٹو نہیں ہو...؟" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

اس پر عمران نے ایک بیحد زوردار قہقہہ لگایا اور اُس وقت تک ہنستا رہا تھا۔ جب تک وہ جھنجھلا کر چیخی نہیں تھی۔ "خاموش رہو...!"

"تم باتیں ہی ایسی کر رہی ہو کہ آدمی ہنستے ہنستے بیہوش ہو جائے۔"

"میں تم پر تشدد بھی کر سکتی ہوں۔" وہ آپے سے باہر ہوتی ہوئی بولی۔ "لیکن تم اس مرکزی مشین کے احاطۂ عمل سے باہر ہو جو تمہاری کھال کو کرسٹلائز کر دیتی ہے۔"

"میری یہ دو انگلیاں..."

"ہمارے یہاں ایک بڑا رومانی گیت گایا جاتا ہے۔ جس کا موضوع ہی انگلیاں ہیں۔ مثلاً سیاں نے انگلی مروڑی رے۔ رام قسم شرما گئی میں... تمہیں

اتنی اردو تو آتی ہے کہ تم اس مکھڑے کا مطلب سمجھ سکو۔"

"عمران سنجیدگی اختیار کرو... ورنہ..."

"تم باتیں ہی ایسی کر رہی ہو کہ...!"

دفعتہً عمران چونک پڑا۔ اس نے متعدد قدموں کی آوازیں سنی تھیں لیکن کلارا لاپرواہی سے بیٹھی رہی۔ اس کی آنکھوں میں تشویش کی رمق بھی نہیں تھی۔ اور پھر سلواس اپنے چاروں آدمیوں کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا۔ وہ سب مسلح تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ وہ پانچوں پوزیشن لے کر کھڑے ہو گئے

"اب کیا خیال ہے مسٹر عمران۔" کلارا نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"اب میرا خیال یہ ہے کہ تم اپنے آدمیوں کو بھی دھوکا دیتی رہی ہو۔"

"کیا مطلب...؟"

"جیگوار بھی تم خود ہی ہو۔" عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "سلواس کی آواز کی حیرت انگیز طور پر نقل اتارتی رہی ہو۔ اور میرے سامنے آجانے کے بعد سے پھر جیگوار کی آواز نہیں آئی تھی۔"

"اَب تو تمہیں مرنا ہی پڑے گا مسٹر عمران۔" کلارا جیگوار کی آواز میں بولی۔ اور وہ پانچوں بوکھلا کر اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ عمران کے لئے بس اتنا ہی کافی تھا۔ اُس نے قریبی مسلح آدمی پر چھلانگ لگائی۔ اس کی اسٹین گن چھینتا ہوا ایک ایسی نشست گاہ کی اوٹ میں ہو گیا جو سلواس اور اس کے آدمیوں کی زد سے باہر تھی۔ یہ سب اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ کسی کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

"یہ نکل کر جانے نہ پائے۔" کلارا چیخی۔

"جائے گا کہاں... مادام...!" سلواس کی آواز آئی۔

"ہوشیاری سے خطرناک آدمی ہے۔" کلارا نے کہا۔

عمران کی آنکھیں ہر قسم کے تاثرات سے عاری تھیں۔ اس کے مقابل چار

اسٹین گنیں تھیں۔ اور پھر وہ خطرناک عورت۔ جو خود ہی تنظیم کے اس دستے کی سربراہ بھی تھی۔ اس کے باوجود اس کی آنکھوں میں خوف کی ہلکی سی لہر بھی نہیں تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے جو کچھ بھی ہو رہا تھا روزمرہ معمولات کے مطابق ہو رہا تھا۔

دفعتہً کلارا کی آواز پھر آئی۔ "تم مفت میں مارے گئے عمران! ہم تمہارا ایٹمی ری پروسسنگ پلانٹ تلاش کر ہی لیں گے۔ اور ہاں یہ بھی درست ہے کہ سنگزاد محض تمہاری عسکری قوت کو مرعوب کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ اور تم دیکھنا کہ ہم کس طرح کامیاب ہوتے ہیں۔ اس علاقے کے سیاسی حالات خواہ کچھ ہوں۔ تمہاری قوم کو ہمارا حاشیہ بردار ہی بنے رہنا پڑے گا۔ تم ہمارے ایک مختصر سے دستے کے سامنے بھی بے بس ہو۔ مٹّو کے جزیرے پر حملہ اسی لئے کیا گیا تھا کہ تم لوگ اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔"

اس کی آواز عمران کے کانوں میں ضرور پڑ رہی تھی لیکن وہ اپنی دونوں اطراف سے غافل نہیں تھا۔ اتنی پھرتی سے دونوں اطراف میں اس نے برسٹ مارے کہ ان کی بھی چیخیں نکل گئیں جو زد پہ نہیں تھے۔ سلواس کے دو آدمی چھلنی ہو کر رہ گئے۔

"ہوشیاری سے۔" کلارا دہاڑی اور عمران نے اس کی آواز کے ٹھیک اوپر چھت پر برسٹ مارا اور دوسرے ہی لمحے میں کلارا کی چیخ سنائی دی۔

گولیاں چھت سے ٹکرا کر واپسی میں اس کے سر پر پڑی تھیں وہ اپنی نشست سے ڈھلک گئی۔ پھر وہ فرش پر تڑپتی اور چیختی رہی تھی۔ چھت سے پلٹی ہوئی گولیاں اتنی موثر بھی نہیں تھیں کہ فوراً مر جاتی۔

پھر اچانک کسی اور نے بھی اپنی گن سے برسٹ مارا اور وہ بالکل خاموش ہو گئی۔ پھر سلواس کی آواز آئی۔ "میں نے اُسے ختم کر دیا مسٹر خان! اور ہم تینوں خود کو تمہارے حوالے کرتے ہیں۔"

"اپنی گنیں بائیں جانب اس طرح ڈال دو کہ میں انہیں دیکھ سکوں۔" عمران کہتا ہوا پھرتی سے پیچھے ہٹا۔ آخر اس کے لئے بھی تو وہی تدبیر کی جا سکتی تھی۔

جس کے تحت اس نے کلارا کو زخمی کیا تھا۔ لیکن وہ محض اندیشہ ہی ثابت ہوا کیونکہ تینوں اسٹین گنیں اس کے سامنے آ گری تھیں۔

"انسانیت کے نام پر مسٹر خان۔" سلواس کی آواز آئی اور وہ تینوں ہاتھ اٹھائے ہوئے سامنے آ گئے۔

"بالآخر انسانیت ہی کی فتح ہوتی ہے۔" عمران نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

کلارا مر چکی تھی۔ عمران نے سلواس سے کہا۔ "فی الحال اس کی لاش یہیں پڑی رہنے دو۔ اور تم مجھے مٹّو کے جزیرے کی طرف لے چلو۔ تم تینوں کو میں ہر حال میں بچا لوں گا۔ یا اگر تم کہیں جانا چاہو گے تو مٹّو کے جزیرے ہی سے رخصت کر دوں گا۔"

"شکریہ مسٹر خان۔ ہم سارے سیاہ فام لوگ زبردستی غلام بنائے گئے تھے اور یقین کرو کہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ یہی عورت جگوار ہے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ چاروں پھر اُسی لانچ پر تھے اور لانچ کھلے سمندر میں سفر کر رہی تھی۔ نصف شب کے بعد وہ لانچ مٹّو کے جزیرے کے ساحل پر لنگر انداز ہوئی۔ فوجی ڈوک پر آ گئے لیکن لانچ پر نیوی کا نشان دیکھ کر اُن کا جارحانہ انداز معدوم ہو گیا۔ کیپٹن شمیم پر نظر پڑتے ہی عمران نے اُس سے سب سے پہلے اس جزیرے سے متعلق سوال کیا جہاں سے وہ خود غائب ہوا تھا۔ کیپٹن شمیم نے اُسے بتایا کہ جزیرے کی تلاشی لی گئی تھی لیکن اُس پر بمباری کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ کس پر بمباری کی جاتی وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔

تقریباً دو بجے عمران نے کرنل فیضی سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر کے کہا "میں نے تنظیم کی سربراہ کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ مجھے علم ہے کہ اس کے بقیہ ساتھی کہاں ہیں۔ میں اُن تک آپ کے محکمے کی رہنمائی کر دوں گا۔ ڈاکٹر فوریل کو فوراً حراست میں لے لیا جائے۔ جس عمارت میں اُس کا قیام ہے۔ اسی میں سنگزادوں کو متحرک کرنے والی مشین بھی موجود ہے۔ اُس کا بھی خیال رکھا جائے۔ اوور..."

"لیکن آپ غائب کہاں ہو گئے تھے مسٹر عمران اوور۔" کرنل فیضی کی

آواز آئی۔

"آپ مطمئن رہیے۔ کل کسی وقت اپنی مکمل رپورٹ سمیت آپ سے ملاقات کروں گا۔ اوور"

"آپ نے بہت بڑا کام کیا ہے مسٹر عمران۔ اوور..."

"اس مٹی کا حق تک ادا کیا ہے۔ جس نے مجھے عمران بنایا ہے۔ اچھا خدا حافظ... اوور اینڈ آل"

پس نوشت

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کتاب کو مکمل کرنے کے قابل ہوا۔ اس کتاب کو دسمبر ۷۹ء کے اواخر ہی میں آنا چاہیئے تھا۔ اسی مناسبت سے کام کر رہا تھا۔ نصف کے قریب کتاب کا مسودہ دسمبر ۷۹ء میں چھپ گیا تھا، جیسا کہ آپ پیشرس کی تاریخ سے اندازہ لگا سکیں گے۔ دسمبر ہی میں مجھ پر مرض کا دوسرا شدید حملہ ہوا۔ اور کتاب جہاں تہاں رہ گئی۔ میری حالت اتنی بگڑی کہ ہسپتال داخل ہونا پڑا۔

اب بھی پوری طرح صحت یاب نہیں ہوا ہوں۔ لیکن اتنا تو کر ہی سکتا ہوں کہ جیسے تیسے آپ کو انتظار کی مزید زحمت سے بچا لوں۔ لہٰذا کتاب حاضر ہے۔ میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ پڑھنے والوں کو مطمئن کر سکوں۔ اس کے باوجود بھی اگر کسی صاحب کو بہت زیادہ مزہ نہ آئے تو بیمار سمجھ کر معاف کر دیں۔

دوسری عرض یہ ہے کہ اس دوران میں کاغذ کی گرانی کے ساتھ ہی ساتھ طباعت کے دوسرے لوازمات کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ لہٰذا مجبوراً قیمت میں اضافہ کرنا پڑا ہے۔

والسلام

ابن صفی

۱/۵/۸۰